بابری مسجد سے متعلق مختصر مضامین کا مجموعہ

بابری مسجد اور بھارتی سیاست

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

(ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا)

(سورہ بقرہ: آیت ۱۱۴)

بابری مسجد اور بھارتی سیاست سے متعلق مضامین

بابری مسجد اور بھارتی سیاست

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

نام رسالہ: بابری مسجد اور بھارتی سیاست

تحریر: طارق انور مصباحی

اشاعت: رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ

مارچ ۲۰۲۵ء

صفحات: باون (۵۲)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:::الحمد للہ رب العٰلمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین::وآلہ واصحابہ اجمعین

ہمارے محفوظ مضامین متعدد مجموعات میں جمع کیے جارہے ہیں۔ان میں سے اکثر مجموعات کا ڈیجیٹل ایڈیشن نشر کیا جاچکا ہے۔ان مجموعات ودفاتر کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1-4)دیوان لوح وقلم(دفتر اول تادفتر چہارم)(5)تقریظات وتأثرات

(6)تشجیعات وتبریکات(7)جنگ فلسطین واسرائیل(8)مدارس اور فارغین مدارس

(9)انقلابی مضامین(10)اسلامی مضامین(11)بابری مسجد اور بھارتی سیاست

کلامی واعتقادی مضامین ہمارے رسالہ:''ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین'' ودیگر رسائل میں شامل کردیئے گئے ہیں۔ان شاءاللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ مجموعات نشر کیے جائیں گے۔رسالہ حاضرہ میں بابری مسجد سے متعلق مضامین ہیں اور یہ بھی وضاحت ہے کہ افسانہ کو کیسے حقیقت کا روپ دے دیا گیا اور ایک تاریخی مسجد کوتوڑ کر اہل تعصب نے اپنے دلوں کی آگ بجھانے کی کوشش کی۔اس سے کچھ فائدہ تو نہ ہوا، بلکہ ملک بھر کا ماحول خراب ہوگیا۔

دراصل اہل سیاست کو اپنی حکومت سازی اور بھارتی عوام کا ووٹ بٹورنے کے لیے کوئی موضوع چاہئے۔عصر حاضر میں سب سے نفع بخش موضوع بھارت کی دو بڑی قوموں کے درمیان نفرت کی گرم بازاری کرنا ووٹ حاصل کرنے کا اہم ذریعہ بن چکا ہے اور اہل وطن کے دلوں میں بھی نفرت ڈال دی گئی ہے کہ وہ ایسے فتنہ پروروں کو پسند کرتے ہیں۔

ملک کا ماحول اسی وقت پرسکون ہوسکتا ہے جب اہل حکومت اور اہل سیاست صحیح راہ پر چلیں،ورنہ مشہور مقولہ ہے:(الناس علیٰ دین ملوکھم) یعنی جیسے حکمراں، ویسے عوام۔

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

بابری مسجد: سازش وغلط بیانی

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوات والتسلیمات علیٰ حبیبہ المصطفےٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

بابری مسجد کی تعمیر نو اور نئی زمین

06: دسمبر 1992 کو بابری مسجد کی شہادت کا الم ناک حادثہ پیش آیا۔اس روح فرسا حادثے نے بھارت کی ایک نئی تاریخ کی بنیاد ڈال دی۔یہ ایک حقیقت ہے کہ شہادت بابری مسجد سے قبل کا بھارت اور انہدام کے بعد کا بھارت بالکل مختلف ہے۔رام مندر کی تعمیر کے بعد بھی بھارت کی ایک نئی شکل وصورت نمودار ہوگی۔وہ کیسا بھارت ہوگا؟ کون غالب اور کون مغلوب ہوگا؟ سب کچھ پردۂ غیب میں ہے۔

بابری مسجد کی شہادت نے واضح کر دیا تھا کہ ہمارا دشمن کس حد تک جا سکتا ہے۔اب ہمارے اور فرقہ پرستوں کے درمیان عداوت وتعصب،ظلم وستم اور ناانصافی وبے مروتی کا ایک موجیں مارتا سمندر حائل ہو چکا تھا۔مسلم دانشوروں کا ایک بڑا طبقہ نہ دشمن کو پہچان سکا اور نہ قوم کے درمیان دشمنوں کی صحیح شناخت پیش کی۔

یہ بتائیں کہ لوگ کرائے کے غنڈوں کو روپے پیسے دے کر کسی کا قتل کرا دیتے ہیں تو اصل مجرم غنڈے ہیں یا اصل مجرم وہ لوگ ہیں جنہوں نے غنڈوں کو روپے پیسے دے کر کسی کا قتل کرایا ہے؟تم مذہبی قانون کو دیکھو یا حکومتی قانون کو۔اصل مجرم وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان غنڈوں کو مقرر کیا تھا۔ان دانشوران ومفکرین نے مسلمانوں کو یہ باور کرا دیا ہے کہ تم اقلیت میں ہو۔اسی فکر نے قوم مسلم کی رہی سہی ہمت کو توڑ دیا۔مذہبی اعتبار سے یقیناً قوم مسلم بھارت کی سب سے بڑی اکثریت ہے۔

ہندو صرف آرین قوم ہے جو تین قبائل یعنی برہمن،ٹھاکر اور بنیا میں منقسم ہے۔ بھارت کی مول نواسی اقوام یقیناً ہندو نہیں۔برہمنوں نے ان کو اس لیے ہندو بنا دیا تھا کہ

مسلمانوں سے اپنی تعداد زیادہ دکھا سکے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں پر ظلم وستم کیا جا سکے۔

مسلم مفکرین مول نواسی اقوام کو بھی اسی طرح ہندو ماننے لگے، جیسے برہمن قوم منوانا چاہتی تھی۔ ان دانشوروں کے غلط افکار ونظریات قوم مسلم کے درمیان پھیل گئے اور قوم مسلم خود کو ایک مظلوم اقلیت سمجھنے لگی۔ دوسری بات یہ کہ بھارت مذہبی ملک نہیں، بلکہ جمہوری ملک ہے۔ یہاں مذہبی اقلیت واکثریت سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ سیاسی محاذ پر جس کی اکثریت ہے، وہ فاتح ہے۔ سیاسی محاذ پر جس کی اقلیت ہے، وہ محکوم ہے۔

بھارت میں آج بھی برہمنوں کی حکمرانی ہے اور کانگریسی عہد میں بھی ان کی ہی حکم رانی تھی، حالاں کہ ان کی تعداد صرف ساڑھے تین فی صد ہے۔ برہمنوں نے بہت چالاکی سے مول نواسی قوموں کو اپنے ساتھ کر لیا، جب کہ وہ مسلسل ساڑھے تین ہزار سال سے ان پر ظلم وستم کر رہے ہیں۔ آج بھی دلت، آدی واسی اور بیک ورڈ کلاس کی وہی حالت ہے۔

کوئی دلت گھوڑی پر چڑھے تو مار پیٹ اور قتل وغارت گری کی نوبت آتی ہے۔ کوئی مونچھ رکھ لے تو اس کو مارا پیٹا جاتا ہے۔ ہندو دھرم اقلیت میں ہے، لیکن برہمنوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے علاوہ سب کو ہندو بنانے اور بتانے کی کوشش کی۔ سکھ، بودھ، جین شروع میں ہی خود کو ہندو ماننے سے انکار کر بیٹھے۔ اسی طرح چار پانچ دہائیوں سے ایس سی، ایس ٹی، او بی سی کے لیڈران اعلان کر رہے ہیں کہ ہم لوگ ہندو نہیں ہیں۔ ایس ٹی یعنی آدی واسی قوم کا اپنا ایک دھرم ہے جس کو سرنا دھرم اور آدی دھرم کہا جاتا ہے۔

عہد حاضر میں مول نواسی اقوام کی تحریکیں اور ان کے لیڈران قوم مسلم کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے لیے نیک خیالات ظاہر کرتے ہیں، لیکن وہ مسلم دانشوران ومفکرین جو آرین قوم کی کسی سیاسی پارٹی مثلاً کانگریس، بی جے پی، عام آدمی پارٹی وغیرہ سے منسلک ہوں یا ان کے غلام بے دام ہوں، وہ مسلم اور مول نواسی اقوام میں ہرگز اتحاد ہونے نہیں دیں گے۔ اے میری قوم! دوست اور دشمن کو پہچانو! بھارت میں

آرین لوگ ہمارے دشمن اور اصلی حریف ہیں، بلکہ یہ لوگ انسانیت کے دشمن ہیں۔مسلم دانشوران ومفکرین خود بھی غلط راہ پر ہیں اور قوم کو بھی غلط راہ پر ڈال رہے ہیں۔

بابری مسجد کی تعمیر جدید

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں کہا تھا کہ بابری مسجد کی تعمیر کے لیے ایودھیا میں ہی پانچ ایکڑ زمین دی جائے۔بابری مسجد کیس میں متعدد تنظیمیں وتحریکیں فریق کی حیثیت سے شریک تھیں۔سنی وقف بورڈ بھی مقدمہ کے اہم فریق کی حیثیت سے شریک تھا۔

مسلم پرسنل لا بورڈ اجودھیا کے مسلم فریقوں کی جانب سے پیروی میں ایک اہم رول ادا کر رہا تھا۔کسی نے بھی بابری مسجد کے لیے متبادل جگہ کو قبول نہ کی۔ضرورت بھی نہیں تھی۔قوم مسلم اپنی رقم سے زمین خرید سکتی ہے اور مسجد تعمیر کر سکتی ہے۔

حالیہ خبر کے مطابق سنی وقف بورڈ نے متبادل زمین قبول کر لی ہے۔یہ زمین اجودھیا کے دھنی پور گاؤں میں ہے۔یہاں ایک مسجد،اسلامک لائبریری اور اسپتال تعمیر کرنے کا پلان ہے۔متبادل جگہ لینے سے یہ خطرہ ہے کہ دیگر مساجد کی متبادل جگہ لے کر ان سے دست بردار ہونے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔متھرا و کاشی کی مساجد پر متعصبین کی نظر بد ایک مدت سے لگی ہوئی ہے۔سنی وقف بورڈ ایک حکومتی ادارہ ہے۔جو حکومت کے زیر انتظام ہوتا ہے۔

وقف بورڈ کے ارکان وعہدیداران کے لیے مسلمانوں کے قومی تشخص سے زیادہ اہم اپنا عہدہ ومنصب ہے۔اگر متبادل زمین قبول نہ کریں تو عہدہ ومنصب سے برطرف کیے جانے کا خطرہ ہے۔ان کو اپنا مفاد زیادہ عزیز ہے۔اب ہمیں یہ کڑوا سچ قبول کرنے بھی تیار ہونا پڑے گا کہ بابری مسجد کی متبادل جگہ سنی وقف بورڈ نے قبول کر لی ہے۔

(جاری کردہ:02:اگست 2020)

بابری مسجد کی شہادت سے قبل ملک ہند میں مسلمانوں کی عظمت وشوکت محسوس ہوتی تھی،لیکن شہادت کے بعد مسلمانوں کی وہ کیفیت محسوس نہیں ہوتی،بلکہ سب کچھ لٹ چکا۔

بابری مسجد: ذہن میں محفوظ کچھ یادیں

آج تک یہ یادیں ذہن میں محفوظ ہیں کہ جب بابری مسجد کی شہادت نہیں ہوئی تھی تو بھارت کے مسلمان انتہائی شان وشوکت کے ساتھ جیتے تھے۔ ماحول اس قدر خوف ناک بھی نہیں تھا، نہ ہی عوام وخواص میں اس قدر عصبیت ونفرت بھری ہوئی تھی۔ ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کے درمیان اعتماد بھی بحال تھا۔ عام طور پر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ انسانیت بھرا سلوک بھی کرتے تھے۔ بابری مسجد کی شہادت سے قبل بنارس میں فرقہ وارانہ فسادات کی خبریں آتی تھیں۔ اس وقت اتر پردیش میں ملائم سنگھ کی حکومت تھی۔

اسی عہد میں بابری مسجد کے گنبد پر بہت سے کارسیوک اسے منہدم کرنے چڑھ گئے تھے۔ کارسیوکوں کو پولیس والوں نے نیچے اترنے کہا۔ جب وہ کسی صورت کنٹرول میں نہ آئے تو پولیس نے گولیاں چلا دیں۔ کئی ایک کارسیوک وہیں پر دم توڑ دیئے۔

بھارت کے ماحول میں تعصب ونفرت اس وقت سے نظر آنے لگی، جب لال کرشن اڈوانی نے سومناتھ مندر سے رتھ یاترا نکالا۔ ملک بھر میں جا بجا فرقہ وارانہ فسادات ہونے لگے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے بہار میں اڈوانی کا رتھ یاترا روڈ پر گزرتے دیکھا تھا۔ اڈوانی کے رتھ کے آگے پیچھے بہت سی فور وہیلر گاڑیاں تھیں۔ چند گھنٹوں بعد ہی خبر ملی کہ سمستی پور میں لالو پرساد یادو کے حکم سے اڈوانی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

06: دسمبر 1992 کو بابری مسجد کی شہادت کا دہشت ناک حادثہ پیش ایا۔ اس وقت ہم لوگ جامعہ اشرفیہ (مبارک پور) میں زیر تعلیم تھے۔ کچھ بڑے طلبہ نیوز کے واسطے ریڈیو رکھتے تھے۔ جیسے ہی بابری مسجد پر حملے کی خبر آئی۔ غیر اعلانیہ طور پر درس بند ہو گیا۔ بچے ہاسٹل میں جمع ہو کر نیوز سننے لگے۔ اساتذۂ کرام بھی درس گاہی بلڈنگ میں خبر سننے لگے۔

اساتذہ وطلبہ سب کے سب غم والم سے نڈھال ہو گئے۔ ہر چہار جانب رنج وافسوس

کا ماحول پیدا ہو گیا۔شام کے وقت دارالحدیث ہال (موجودہ اسٹاف روم) میں تمام طلبہ و اساتذہ جمع ہوئے۔حضور محدث کبیر صاحب قبلہ (رئیس الاساتذہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور) نے اپنے بیان میں بہت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم لوگوں نے حضور مجاہد ملت قدس سرہ العزیز کی تحریک خاکساران حق کا سپورٹ نہیں کیا اور اس کو قوت نہ دے سکے۔

آج وہ تحریک قوت و طاقت کے ساتھ ہوتی تو ہمارا سہارا بنتی۔کئی دنوں تک درس گاہوں میں تعلیم بند رہی۔رسمی طور پر اساتذہ وطلبہ کلاس روم میں حاضر ہوتے۔عجب ماحول تھا۔اساتذہ وطلبہ سب پر غم والم چھایا نظر آتا تھا۔اس موقع پر کئی بار طلبہ کو دارالحدیث ہال میں جمع کیا گیا تھا۔بابری مسجد کی بازیابی کے لیے دعائیں کی گئی تھیں۔

اس وقت کے وزیراعظم نرسمہاراو نے 6: دسمبر کی شام کو دوبارہ بابری مسجد تعمیر کرنے کا اعلان کیا تھا۔یوپی کے بھاجپائی وزیراعلیٰ کلیان سنگھ نے شام کو استعفیٰ دے دیا۔ایک دن کے لیے وہ جیل گیا۔بابری مسجد کے انہدام کے جرم میں اڈوانی، مرلی منوہر جوشی، کلیان سنگھ، اوما بھارتی اور بہت سے لوگوں پر کیس درج ہوا۔وشو ہندو پریشد، بی جے پی اور شیوسینا کے لوگوں نے اس انہدام میں اہم کردار نبھایا تھا۔

بابری مسجد کی شہادت کے بعد جامعہ اشرفیہ کے مین گیٹ کے پاس پولیس فورس متعین کر دیا گیا۔عارضی طور پر کئی ایک ہوٹل گیٹ کے اندر منتقل کر دیئے گئے۔گیٹ کے باہر کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔رات کو قدیم ہاسٹل کے دونوں گیٹ بند ہو جاتے اور بڑے طلبہ راتوں بھر ہاسٹل کی چھت پر باری باری پہرہ دیتے۔یہ سلسلہ شعبان تک جاری رہا، پھر سالانہ امتحان کے بعد چھٹی ہوگئی۔

بابری مسجد کی شہادت کے بعد ملک بھر میں فسادات شروع ہو گئے تھے۔یوپی کے بہت سے مدارس میں چھٹی کر دی گئی تھی۔آس پاس کے چھوٹے مدارس کے بہت سے طلبہ جامعہ اشرفیہ آ گئے تھے۔اسی عہد میں ممبئی میں بم بلاسٹ ہوا تھا۔ملک بھر میں نفرت وتعصب

کی شدت محسوس کی جانے لگی تھی۔ملک کی دونوں بڑی قوموں کا باہمی اعتماد ٹوٹ چکا تھا۔ عجب سراسیمگی کا ماحول ملک بھر میں پیدا ہو چکا تھا۔لوگ خوف زدہ تھے۔

اس کے بعد رضا اکیڈمی (ممبئی) نے ہر سال 6:دسمبر کو یوم سیاہ کے طور پر منانا شروع کیا۔بابری مسجد کے انہدام کے ساتھ بھارت کی جمہوریت کی روح بھی جاں بلب ہوگئی تھی۔بابری مسجد کا کیس فیض آباد سے الہ آباد منتقل کر دیا گیا۔الہ آباد کے فیصلے کو فریقین نے تسلیم نہیں کیا اور معاملہ سپریم کورٹ آ گیا۔بابری مسجد کی شہادت کے بعد گجرات فساد: 2002 نے مسلمانوں کی کمر توڑ کر رکھ دیا۔09:نومبر 2019 کو سپریم کورٹ نے رام مندر کے حق میں فیصلہ دیا۔اب آج یعنی 05:اگست 2020 کو رام مندر کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ابھی تو سورج طلوع ہونے میں کئی گھنٹے باقی ہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی وہ سورج بھی طلوع ہوگا کہ بھارت میں انصاف پروری کی بہار آ جائے گی۔امیدوں پر دنیا قائم ہے۔ہم بھی امیدوں کے سہارے جی رہے ہیں۔

یہ غیر مرتب اور منتشر تحریر ہے۔جو ذہن میں محفوظ یادداشتوں کو اپنے احباب تک پہنچانے کے لیے رقم کی گئی ہے۔بظاہر اس میں کچھ نہیں ہے،لیکن درحقیقت بہت کچھ ہے۔

کیا ہمارے بچپن کا بھارت کبھی واپس آئے گا؟

کیا بھارتی اقوام میں پھر کبھی وہ اعتماد ومحبت واپس آ سکے گی؟

کیا اب ہم سب کو اسی طرح نفرت وعداوت کے ماحول میں جینا ہوگا؟

کیا کوئی میرے سوالوں کے صحیح جواب دے گا؟

شاید جواب کے لیے بہت انتظار کرنا ہوگا۔ممکن ہے کہ ایک مدت تک ہر طرف سناٹا چھایا رہے۔ہم اگلی نسلوں کو کیسا بھارت سونپنے جا رہے ہیں۔ایسی وراثت کہ جس میں تعصب،عداوت،نفرت،قتل وغارت گری،مظلوموں کی چیخ وپکار،غریبوں کی فاقہ کشی،تنگ دستوں کی خودکشی،فریب ودغا بازی،عورتوں کی عصمت دری،رشوت خوری وناانصافی اور نہ

جانے کتنے عیوب موجود ہیں۔ملک کے حالات دیکھ کر رونا آتا ہے۔اس کے علاوہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔آج ہی افسوس کر لیں،ورنہ کبھی وہ وقت بھی آئے گا کہ اظہار افسوس پر بھی پابندی ہوگی،کیوں کہ ان جرائم سے جرائم پیشہ کوخوشی حاصل ہوتی ہے،وہ اس پر افسوس کو غلط سمجھتے ہیں۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں

تو ہائے گل پکارے میں پکاروں ہائے دل

(جاری کردہ:05:اگست 2020)

رام اور رام مندر:افسانہ در افسانہ

بھارت کی ہسٹری میں رام نام کا کوئی راجہ یا راجہ کا پتر نہیں گزرا۔پشیا متر شنگ ایک برہمن تھا۔یہ موریہ سلطنت کے آخری راجہ برہ درتھ موریہ کا سپہ سالار تھا۔اس نے موریہ راجہ کو 180:قبل مسیح میں قتل کر دیا اور موریہ سلطنت کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر کے برہمنی حکومت قائم کر لی۔موریہ سلطنت بھارت کی مول نواسی قوم کی حکومت تھی۔موریہ سلطنت کے سبب بھارت سے برہمنوں اور آریوں کی حکومت کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔موریہ سلطنت کے مشہور بادشاہ اشوک سمراٹ کے بودھ دھرم کو قبول کر لینے کے سبب برہمنوں کا بنایا ہوا ویدک دھرم(ہندو دھرم/سناتن دھرم)بھی بہت محدود ہو چکا تھا۔

موریہ سلطنت کا دار السلطنت پاٹلی پتر(پٹنہ:بہار)تھا۔جب پشیا متر شنگ نے موریہ سلطنت کے آخری راجہ کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کیا تو اس نے ساکیت یعنی موجودہ اجودھیا کو اپنا دار السلطنت بنایا۔بے شمار بودھوں اور مول نواسی لوگوں کو قتل کیا۔بودھ دھرم کے مذہبی مقامات کو تہس نہس کیا اور برہمنی حکومت قائم کر لیا۔اس طرح پشیا متر شنگ برہمنوں کا ہیرو بن گیا۔متعدد شواہد موجود ہیں کہ برہمن قوم اسی پشیا متر شنگ کو رام کے نام سے یاد کرتی ہے۔وشنو،شیو اور برہما کو چھوڑ کر رام کو بھگوان بنا کر پیش کرنے کا مطلب یہ ہے

کہ بھارت کی مول نواسی اقوام کے اندر محکومیت کا تصور اور برہمنوں کے اندر حاکمیت کا جذبہ بیدار کیا جائے۔ یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ بابری مسجد کی جگہ کبھی کوئی مندر نہیں تھا۔

جب 1855 میں مسلمانوں کے درمیان یہ بات پھیلی کہ بابری مسجد سے ایک کیلو میٹر دور ہنومان گڑھی مندر کسی مسجد کو توڑ کر بنایا گیا تو مولوی غلام حسین کے کہنے پر جولائی 1855 میں پانچ سو مسلمان جمع ہوئے اور ہنومان گڑھی مندر گئے۔ وہاں آٹھ ہزار بیراگی موجود تھے۔ ان بیراگیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔

کچھ مسلمان جان بچا کر بھاگ نکلے اور بابری مسجد میں پناہ لیے۔ بیراگیوں کا ہجوم بھی ان کے تعاقب میں تھا۔ وہ لوگ بابری مسجد پہنچ کر پناہ گزیں مسلمانوں کو ہلاک کر ڈالے، پھر واپس چلے گئے۔ آخر کار یہ معاملہ لکھنو کے شیعہ نواب کے پاس پہنچا۔ اس نے تین ممبروں کی ایک ٹیم اس بات کی تحقیق کے لیے مقرر کیا کہ یہاں کبھی مسجد تھی یا نہیں؟ ان تین ارکان میں ایک مسلم، ایک ہندو اور ایک انگریز تھا۔

اس ٹیم نے بتایا کہ حالیہ پچیس تیس سال کے اندر کسی مسجد کو توڑ کر ہنومان گڑھی مندر بنانے کی خبر نہیں۔ شاید اس سے قبل بھی ایسا نہ ہوا ہو۔ اس رپورٹ کے بعد نواب نے فریقین کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کہ کسی مندر کو توڑا نہیں جائے گا، بلکہ ہم ہنومان گڑھی مندر کے قریب ایک مسجد بنوا دیتے ہیں۔ مسلمان اپنی مسجد میں عبادت کریں اور ہندو اپنے مندر میں۔

نواب کے اس فیصلہ کو سن کر ہنومان گڑھی کے بیراگیوں اور پجاریوں نے سوچا کہ یہاں مسجد بن جائے گی تو ہمیشہ جھگڑے کا خطرہ رہے گا۔ وہ لوگ نواب کے فیصلے کو بھی روک نہیں سکتے تھے، اس لیے ان لوگوں نے سوچا کہ مسلمانوں کو کسی ایسے معاملے میں الجھا دو کہ وہ ہنومان گڑھی مندر کو بھول جائیں۔

اسی مقصد سے ہنومان گڑھی مندر کے مہنت نے 1857 میں بابری مسجد کے باہر اسی کے احاطے میں ایک ڈیڑھ فٹ کا رام چبوترہ بنا دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ یہاں رام کا جنم

ہوا تھا۔مسلمانوں کی جانب سے مخالفت ہوئی، پھر بابری مسجد کے خطیب وامام مولوی اصغر علی نے 30: نومبر 1858 کو اس کے خلاف مجسٹریٹ کورٹ میں کیس درج کرادیا۔

پھر مولوی موصوف نے 1860,1877,1883,1884 میں اسی چبوترے کے بارے میں مجسٹریٹ کورٹ میں پٹیشن دائر کی۔نرموہی اکھاڑا کے رگھورداس مہنت نے اسی چبوترہ کی جگہ مندر بنانے کے لئے 15: جنوری 1885 کو فیض آباد کورٹ میں پٹیشن داخل کی۔ چوں کہ وہ جگہ مسجد کے احاطے میں تھی،اس لیے کورٹ نے کسی قسم کی تعمیر کی اجازت نہیں دی۔کیس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فیض آباد کورٹ کے سب جج ہری کشن نے رگھورداس کے کیس کو 24: دسمبر 1885 کو ڈسمسڈ کردیا، پھر رگھورداس نے ڈسٹرکٹ جج چیمیر کے یہاں پٹیشن دائر کی، وہاں سے بھی مارچ 1856 میں یہ کیس خارج ہوگیا۔اس کے بعد رگھورداس نے کورٹ آف جوڈیشیل کمشنر میں اپیل دائر کی۔ یہ کورٹ اس زمانے میں ہائی کورٹ کے مساوی سمجھا جاتا تھا۔

اس کے جج ڈبلیو ینگ نے 01: نومبر 1886 کو یہ کیس خارج کردیا اور چبوترہ کے پاس کسی تعمیر کی اجازت نہیں دی۔ جوڈیشیل مجسٹریٹ نے پہلے دونوں جج کے فیصلے کو برقرار رکھا اور اپنے فیصلے میں لکھا کہ رام چبوترہ کی ملکیت سے متعلق کوئی دستاویزی ثبوت ہمارے پاس پیش نہیں کیا گیا۔انگریزی حکومت نے 1861 میں ہی رام چبوترہ اور بابری مسجد کے درمیان ایک دیوار قائم کردی تھی،تاکہ دونوں قوموں میں اختلاف نہ ہو۔

اب لوگ بابری مسجد میں الجھ گئے اور ہنومان گڑھی مندر کو بھول چکے تھے۔اس وقت بھی کسی نے یہ نہیں کہا تھا کہ بابری مسجد کے درمیانی گنبد کے بالکل بیچ میں رام کا جنم ہوا تھا۔ یہ سازش آزادی ہند کے بعد ہوئی اور 22: دسمبر 1949 کو مسجد کے اندر مورتی رکھ دی گئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلم دانشوروں کی توجہ سیاسی امور سے ہٹا کر مسجد مندر کی طرف پھیر دی جائے اور برہمن قوم بھارت میں آسانی کے ساتھ حکومت کرتی رہے۔

بھارت کی مول نواسی اقوام کو 1909 میں مارلے منٹو ایکٹ آنے کے بعد ہی برہمنوں نے ہندو بنا کر اپنے ساتھ کر لیا تھا۔اب مول نواسی قوموں کی طرف سے بھی مخالفت کا خطرہ نہیں تھا۔سب کو یہ معلوم تھا کہ بابری مسجد کسی مندر کو توڑ کر نہیں بنائی گئی تھی، اس کے باوجود مسجد توڑ دی گئی، پھر آج 05:اگست 2020 کو اسی جگہ مندر بنانے کے لیے سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے۔مسجد توڑ کر اسی جگہ مندر بنانے کا اصلی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کی کمزوری اور بے بسی کا احساس دلایا جائے۔

اس طرح کسی قوم کی ہمت توڑ دی جاتی ہے۔جب ہمت ٹوٹ جاتی ہے تو وہ قوم مثل غلام، بلکہ بدتر از غلام ہو جاتی ہے۔کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ کتنے مولوی نما شیاطین ایک بت کدہ کی تعمیر پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں اور مبارک بادیاں بانٹ رہے ہیں۔اپنی مسجد کی تباہی و بربادی کا کچھ افسوس نہیں۔یہ غلامی ہے یا غلامی سے بدتر کوئی کیفیت؟ اب برہمنوں کے سامنے نہ مسلمان سر اٹھانے کے لائق رہے، نہ مول نواسی اقوام۔

اب اگر بہوجن سماج (غیر آرین اقوام) سیاسی محاذ پر متحد نہ ہو،اور ہر قوم اپنا الگ سیاسی باجا بجائے تو معاملہ مزید خطرناک ہوتا جائے گا۔ہاں، یہ بات صحیح بھی ہے کہ آریائی قومیں غیروں کے اتحاد میں سخت رکاوٹ پیدا کریں گی۔مہاراشٹر اسمبلی انتخاب :2019 میں مسٹر اویسی نے پرکاش امبیڈکر کے ساتھ سیاسی اتحاد کیا تھا، پھر یہ اتحاد الیکشن سے قبل ہی ٹوٹ گیا، جب کہ اس سے پہلے کے الیکشن میں بھی دونوں پارٹیاں ساتھ تھیں۔

(جاری کردہ؛05:اگست 2020)

کیا معبودان ہنود پیغمبر و نبی تھے؟

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہم کسی بھی مذہب کے معبودان باطل کو برا بھلا نہ کہیں، ورنہ وہ ہمارے معبود برحق کو ویسا ہی کہیں گے۔رب تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

(وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ)

(سورہ انعام: آیت 108)

ترجمہ: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے، زیادتی اور جہالت سے۔ (کنزالایمان)

نہ کسی دھرم کے معبود باطل کو برا بھلا کہنا جائز ہے، نہ ہی اس سے کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز ہے۔ بھارت میں رام مندر کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ اب نہ جانے، کتنے مفاد پرست لیڈر و نیتا اور مجاور وملا، رام کو پیغمبر بتانے کی کوشش کریں گے اور مسلمانوں کا دین وایمان برباد کریں گے۔ رام کے وجود پر ہی سوالیہ نشان ہے۔ کوئی صحیح اور معتبر تاریخ رام کے وجود کو ثابت نہیں کرتی۔ "راماین" افسانوی طرز پر لکھی گئی نظموں کا مجموعہ ہے۔ وہ کسی شخصیت کے وجود وثبوت کے لیے کوئی قوی دلیل نہیں۔

نبی ورسول گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ جس سے گناہ کبیرہ مثلاً قتل، زناکاری، شراب نوشی وغیرہ صادر ہو، وہ پیغمبر نہیں ہوسکتا، نیز جو پیغمبر ہو، وہ مخلوق ہوگا اور جو مخلوق ہو، وہ معبود نہیں ہوسکتا۔ جو معبود ہے، وہ نہ جنم لیتا ہے، نہ جنم دیتا ہے۔ اس کی صفت (لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ) ہے۔ ہاں، کل کائنات کا خالق ومالک وہی ہے۔ تخلیق الگ ہے اور تولید الگ ہے۔ معبود جنم نہیں لیتا تو پھر معبود کا جنم استھان اور جنم بھومی کہاں سے؟

پیغمبری کا امکان اور پیغمبری کا ثبوت

خیال رہے کہ پیغمبری کا امکان الگ امر ہے اور پیغمبری کا ثبوت الگ امر ہے۔ پیغمبری کے ثبوت کے لیے قرآن وحدیث کے حوالوں کی ضرورت ہے۔ محض پیغمبری کے امکان کے لیے متعدد امور کا ثابت ہونا ضروری ہے۔ چند امور مندرجہ ذیل ہیں:

1: اس کا وجود ثابت ہو۔ وہ کوئی افسانوی کردار نہ ہو۔ رام کا وجود ثابت نہیں۔

2: اس کا مومن ہونا ثابت ہو۔ کوئی کافر پیغمبر نہیں ہوسکتا۔ رام کا مومن ہونا ثابت نہیں۔

3: گناہ کبیرہ سے اس کا پاک ہونا ثابت ہو۔ نبی ورسول گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔
جس سے گناہ کبیرہ مثلاً ظلم کے طور پر قتل، بدکاری وزنا کاری، شراب نوشی وغیرہ کا صدور ہو، وہ پیغمبر کیسے ہوسکتا ہے؟ قوم ہنود کی روایتوں سے رام کے وجود کا پتہ چلتا ہے اور قوم ہنود کی انہی روایتوں میں رام سے متعلق ایسے امور بیان کیے جاتے ہیں جو دین خداوندی میں گناہ کبیرہ ہیں، اگر چہ قوم ہنود کے یہاں وہ گناہ نہ ہوں۔ ایسی صورت میں رام کی پیغمبری کا امکان ہی ثابت نہیں ہوتا۔ پیغمبری کا ثبوت بہت دور کی بات ہے۔
دراصل قوم ہنود کی کہانیوں کے علاوہ رام کے وجود پر تاریخی روایات موجود نہیں۔
4: نسب کے اعتبار سے سب پر فوقیت رکھتا ہو۔ رام کو راجپوت مانا جاتا ہے۔
سناتن دھرم میں نسب کے اعتبار سے برہمن سب سے افضل واعلیٰ ہے۔ جب رام راجپوت اور چھتری ہے تو وہ نسب کے اعتبار سے افضل نہیں، پھر وہ پیغمبر کیسے ہوسکتا ہے؟
الحاصل رام کے لیے پیغمبری کا امکان ہی ثابت نہیں تو پھر پیغمبری کا ثبوت کیسے ہوگا؟
اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے رام اور کرشن کے بارے میں رقم فرمایا کہ قرآن و حدیث میں ان لوگوں کا ذکر نہیں، نہ ہی ان لوگوں کے وجود کا کچھ ثبوت ہے۔ ان لوگوں کے وجود پر ہنود کے تواتر کو اگر حجت مانا جائے تو تواتر ہنود سے ہی ان لوگوں کا لہو ولعب اور فسق و فجور ثابت ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں اسی مقام پر مزید تفصیل مرقوم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد چہاردہم: ص 658۔ جامعہ نظامیہ لاہور)

(جاری کردہ: 10: اگست 2020)

مسجد ٹوٹی، مندر بنا، مجرم ہوئے آزاد

بھارت ایک سیکولر اور جمہوری ملک ہے۔ اس کا دستور سیکولر ہے اور دنیا کے کسی ملک کا دستور اس قدر سیکولر اور ہر ایک فرد کے حق وانصاف کے قوانین کا جامع نہیں، لیکن اس کے

باوجود کمزور لوگ حق وانصاف سے محروم رہ جاتے ہیں۔درحقیقت کسی کو انصاف اور اس کا حق اسی وقت مل سکتا ہے،جب قانون کے رکھوالے بھی حق پرست اور انصاف پسند ہوں،ورنہ کسی قانون کی غلط توضیح وتشریح کرنا بہت مشکل یا محال نہیں۔

بابر بادشاہ(1483-1530) کے حکم سے اودھ کے حاکم میر باقی اصفہانی نے 1528 میں بابری مسجد کی تعمیر کی۔جب سے وہاں نماز پنج گانہ،نماز جمعہ ونماز عیدین ادا کی جاتی رہی۔22/23دسمبر 1949 کی درمیانی شب کو وہاں مورتی رکھ دی گئی اور مسجد کو اہل حکومت نے بند کر دیا،اور مسجد کو اپنی تحویل میں لے لیا۔06:دسمبر 1992 کو شر پسندوں نے مسجد کو شہید کر دیا۔الہ آباد ہائی کورٹ کے تین ججوں کے بنچ نے 30:ستمبر 2010 کو فیصلہ سنایا کہ اجودھیا کی 77:ا ایکڑ،دواعشاریہ زمین کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

ایک تہائی حصہ زمین رام للا مندر کو دی جائے جس کی نمائندگی ہندومہا سبھا کرتی ہے۔ایک تہائی حصہ سنی وقف بورڈ کو دی جائے اور ایک تہائی حصہ نرموہی اکھاڑا کو دی جائے۔یہ فیصلہ کسی فریق نے قبول نہ کیا،پھر سب لوگ سپریم کورٹ گئے۔امید یہی تھی کہ سپریم کورٹ کے ججز اپنی قابلیت اور عقل کا استعمال کرتے ہوئے کوئی ایسا حل نکالیں گے کہ ہر فریق کو قبول ہو سکے اور ملک کے سب سے بڑے کورٹ سے یہی امید رکھنی چاہئے۔

سپریم کورٹ نے بابری مسجد مقدمہ پانچ رکنی آئینی بنچ کے سپرد کر دیا جس میں اس وقت کے چیف جسٹس آف انڈیا رنجن گگوئی،موجودہ چیف جسٹس ایس اے بوبڑے،ڈی وائی چندر چوڑ،اشوک بھوشن اور ایس عبدالنذیر شامل تھے۔09:نومبر 2019 کو سپریم کورٹ نے اپنا فیصلہ سنایا اور ساری زمین رام للا کو دینے کا فیصلہ دیا اور مسلم فریق کو وہاں سے بے دخل کر دیا۔مسجد کی تعمیر کے لیے مرکزی وریاستی حکومت کو اجودھیا میں پانچ ایکڑ زمین دینے کا حکم دیا۔ریویو پٹیشن بھی خارج کر دی گئی۔اب کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔

بابری مسجد:انہدام کیس میں 32:نامزد ملزمین تھے۔یہ مقدمہ سی بی آئی کورٹ میں

تھا۔30:نومبر 2020 کو سی بی آئی کورٹ کے جج ایس کے یادو نے تمام ملزمین کو بری کر دیا اور کہا کہ بابری مسجد کا انہدام منصوبہ بند نہیں تھا۔یہ ایک حادثاتی واقعہ تھا۔غیر سماجی عناصر گنبد پر چڑھے اور اس کو گرادیا۔ابھی سی بی آئی کورٹ نے کم از کم بابری مسجد کے انہدام کو ایک مجرمانہ فعل تسلیم کیا ہے،اگر چہ ملزمین کو آزاد کر دیا۔اگر معاملہ آگے بڑھتا ہے تو کہیں ان مجرموں کو مجاہدین آزادی کا درجہ نہ دے دیا جائے۔

جمہوری ملک میں جس قوم کے پاس سیاسی قوت نہ ہو،اس کو غلامی کی زندگی گزارنی ہوتی ہے۔یہ صرف بھارت کا معاملہ نہیں۔موجودہ عہد میں ساری دنیا کے جمہوری ممالک کے حالات کا جائزہ لیں اور سیاسی طور پر پسماندہ جماعتوں کی پوزیشن معلوم کر لیں۔

مشہور مقولہ ہے: جس کی لاٹھی،اس کی بھینس۔مسلمان نہ صرف تعداد میں کم ہیں، بلکہ ان کا شعور بھی کم ہے۔ساڑھے تین فی صد برہمن سارے ملک پر قابض ہیں اور چودہ فی صد مسلمان ہر محاذ پر ظلم وجبر کے شکار ہیں۔اگر ان کے درمیان کوئی دانشور پیدا بھی ہوتا ہے تو وہ اسمبلی و پارلیامنٹ میں محض دو چار مرثیہ خواں اور نوحہ گر کو بھیجنے کی وکالت کرتا ہے۔

افسوس ہے ان دانشوروں پر۔اسمبلی و پارلیامنٹ میں اکثریت دیکھی جاتی ہے۔ جس جانب ووٹ زیادہ ہوں گے،اسی پر مہر لگائی جاتی ہے،خواہ وہ فیصلہ کمزور ہی کیوں نہ ہو،اور فریق مخالف جس قدر آہ وزاری کر لے اور چاہے،جتنی مخالفت کر لے۔

دراصل یہ دانشوران لاشعوری طور پر قوم کو ہمیشہ محکوم رکھنے کی پلاننگ کر رہے ہیں۔ اس محکوم قوم کے دل ودماغ میں حاکمیت کا جذبہ بیدار کرنا ایک کرشمہ سے کم نہیں۔

جب دوسری قومیں مسلمانوں کا سیاسی استحصال کرتی ہیں تو مسلمان بھی دوسری قوموں کو اپنے ساتھ ملائیں۔تعداد کے اعتبار سے ہم کبھی بھی اکثریت میں نہیں آسکتے۔ایسی صورت میں لازم ہے کہ ہم اضافی قوتوں کو اپنا سہارا بنائیں۔برہمن سب سے قلیل التعداد قوم ہے۔اس نے دھرم کے نام پر سب کو سیاسی محاذ پر اکٹھا کر لیا۔برہمنی سیاست یقیناً مضبوط

ہے۔آپ بھی نکتہ اتحاد تلاش کریں اور متحد ہو جائیں۔

بھارت میں اکثریت مظلوم ہے۔درحقیقت جومحکوم ہوتا ہے، وہ مظلوم ہوتا ہے۔تمام محکوموں اور تمام مظلوموں کو ایک ساتھ ہوجانا چاہئے ۔نکتہ اتحاد مظلومیت ومحکومیت ہو۔مسلمان بھی مظلوم ہیں اور دیگر مذہبی اقلیتیں بھی مظلوم ۔ بھارت کی مول نواسی قومیں بھی مظلوم ہیں ۔مردوں کا قتل اور مار پیٹ ہوتی ہے اورعورتوں کی عصمت ریزی ۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔آئے دن اس طرح کے حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

کبھی کشمیر میں آٹھ سالہ بچی آصفہ کی عصمت ریزی وہلاکت اور کبھی ہاتھرس میں منیشا کی عصمت دری وہلاکت ۔کورٹ میں معاملہ اس قدر طویل ہوجاتا ہے کہ وکیل کی فیس دیتے دیتے اور مقدمہ لڑتے لڑتے آدمی کنگال ہوجاتا ہے۔دوسری بات یہ بھی ہے کہ کبھی وکیل مجرم کو بےقصور اور مظلوم کو ہی مجرم ثابت کردکھاتا ہے۔

حالیہ چندسالوں سے یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ مجرموں کی حمایت میں لوگ اعلانیہ طور پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بسا اوقات مجرم کی حمایت میں جلوس بھی نکالتے ہیں اور مجرم کو بےقصور و بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس سے مجرموں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے،اور مجرم طبقات کی ذہنیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔درحقیقت آرین قوم غیرآرین کوانسان ہی نہیں سمجھتی۔کئی سالوں سے میڈیا کا حال بھی جگ ظاہر ہے۔

محکومیت کے سبب ظلم ہوتا ہے،اس لیے ظلم وستم سے نجات پانے کے لیے محکومیت کو دور کرنا ہوگا۔محکومیت اسی وقت دور ہوگی ،جب سیاسی محاذ پر آپ کے پاس اکثریت ہو۔افراد بڑھیں گے تو ووٹ بھی بڑھے گا۔حالات کا تقاضا ہے کہ بھارت کی تمام اقلیتیں اور مول نواسی اقوام سیاسی محاذ پر متحد ہو جائیں۔

ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ بام سیف کے جھنڈے تلے تمام مول نواسی قومیں متحد ہورہی ہیں اور بھارت کی مذہبی اقلیتیں بھی اس سے منسلک ہیں ۔قوم مسلم کے بہت سے

باشعور افراد بھی اس تحریک میں شامل ہو چکے ہیں۔عوام بھی شامل ہیں اور خواص بھی۔ بہت سے علما بھی اور دیگر تعلیم یافتگان بھی۔ یہ حالات کا تقاضا بھی ہے۔ہم نے اپنی مختلف تحریروں میں شرعی تعلیمات کے مطابق اس اتحاد کے اصول وحدود کو بیان کر دیا ہے۔

الحاصل رفتہ رفتہ اب اتحاد کی طرف قدم بڑھنا شروع ہو چکا ہے۔اس فکر کو ابھی قوت نہیں مل سکی ہے،تاہم اس کو کسی بڑے انقلاب کا پیش خیمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔امید ہے کہ چند سالوں میں منظر نامہ کچھ بدل جائے۔اگرارباب فکرونظر نے اس جانب توجہ ارزانی کی تو امید ہے کہ اس مشن میں تیزی آ جائے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ فسادات کے موقع پر شودر اقوام (مول نواسی اقوام) کو مذہب کے نام پر ورغلا کر مسلمانوں کے خلاف میدان میں اتارا جاتا ہے۔وہ مسلمانوں کا قتل وخون بھی کرتے ہیں۔ان کی جائیدادیں بھی لوٹتے اور تباہ کرتے ہیں۔ان کی پردہ نشیں خواتین کی عصمت دری بھی کرتے ہیں۔

سخت تعجب ہوتا ہے مسلم علما اور دانشوروں پر کہ وہ یہ سب کچھ جان بجھ کر بھی شودر اقوام سے اتحاد کی کوشش نہیں کرتے ،تاکہ ان کو مسلمانوں کے خلاف ورغلانے کی حرکتیں ناکام ہو جائیں۔وہ اپنے بھائیوں کی ہلاکت وخونریزی،اپنی بہنوں کی عصمت ریزی دیکھ کر بھی سد باب کی کوشش نہیں کرتے۔افسوس ہے اور تعجب بھی۔شودروں کو کسی کے بہکاوے میں آنے سے روکنے کے واسطے ان پر ہونے والے ساڑھے تین ہزار سالہ ظلم وجبر سے انہیں واقف کرانا ہوگا۔مسلمان سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد یعنی 1857 سے مظلوم ہوئے۔

مول نواسی قوموں کی تحریکیں اپنے عوام کو مسلسل بیدار کر رہی ہیں اور مسلم قائدین نہ خود بیدار ہیں اور نہ اپنے لوگوں کو جگا رہے ہیں،حالاں کہ مسلمانوں پر مسلسل ظلم ہو رہا ہے۔

مول نواسی قومیں (بھارت کے اصل باشندگان/شودر اقوام) اپنی حکومتوں کے زوال کے بعد سے ہی مظلوم ہیں۔آرین قوم 1500 قبل مسیح بھارت آئی۔رفتہ رفتہ مقامی حکومتوں پر قابض ہوگئی اور مقامی لوگوں پر ظلم کا آغاز ہوا۔اسی عہد میں برہمنوں نے ذات پات کا نظام

قائم کیا اور شودروں کو پیدائشی غلام کا درجہ دیا۔ (جاری کردہ: 05: اکتوبر 2020)

بابری مسجد اور ہنومان گڑھی مندر

پہلی جنگ آزادی: 1857 میں مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، اس لیے جب انگریز فتح یاب ہو گئے تو انہوں نے مسلانوں پر بہت ظلم وستم کیا۔ کئی ہزار مسلمانوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ مسلمانوں کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ سرکاری ملازمتوں سے مسلمانوں کو برطرف کر دیا گیا اور پڑوسی قوموں کو مسلمانوں کے خلاف مسلسل ورغلانے کی کوشش ہوتی رہی۔

بابری مسجد کا معاملہ بھی بھارت کی دونوں بڑی قوموں کے درمیان اختلاف ڈالنے کا ایک ذریعہ تھا۔ آزادی ہند سے قبل بابری مسجد اختلاف کو علاقائی اختلاف سمجھا جاتا تھا۔ ملک کی آزادی کے بعد اس اختلاف کو بھارت کی دو بڑی قوموں یعنی مسلم اور ہندو کا اختلافی مسئلہ سمجھا جانے لگا۔ اس کے لیے باضابطہ ماحول سازی کی گئی۔

15: اگست 1947 کو ملک آزاد ہوا۔ دو سال بعد ہی 22، 23: دسمبر 1949 کی درمیانی شب کو بعض پجاریوں نے مسجد کے اندر مورتی رکھ دی اور پھر اس وقت کی اتر پردیش حکومت نے بابری مسجد کو بند کر دیا اور نماز پر پابندی عائد کر دی گئی۔

تاریخی روایتوں کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سال 1855 یا 1853 سے بابری مسجد کا اختلاف شروع ہوا۔ مختلف مواقع پر اس سے متعلق حکومتی کورٹوں میں مقدمات درج ہوئے۔ انگریزوں کے عہد میں فریق مخالف کی جانب سے جتنے بھی مقدمات ہوئے، سب کورٹ سے خارج ہو گئے، کیوں کہ وہاں کسی مندر کے ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا۔ آج بھی جو کچھ مندر کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، وہ سب قیاس آرائیاں ہیں۔

نہ صرف یہ کہ بابری مسجد سے متعلق غلط بیانی کی گئی، بلکہ مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرنا اور مسلمانوں کو بدنام کرنا ایک فیشن بن چکا ہے۔ میڈیا میں مسلمانوں کے

خلاف ایسی بے بنیاد باتیں بیان کی جاتی ہیں کہ جن کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔مسلمانوں کے پاس دفاع کی فرصت نہیں،حالاں کہ انہیں غلط باتوں کے ذریعہ دیگر قوموں کو مسلمانوں کا مخالف بنا دیا جاتا ہے۔بعد میں اس کا خمیازہ مسلمانوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔

حالیہ دنوں میں کورونا وائرس کا تعلق مسلمانوں سے جوڑ دیا گیا اور ملک بھر میں مسلمانوں کو بدنام کیا گیا۔جھوٹی کہانیاں بنا کر مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنے کی کوشش کی گئی۔

اس نفرت انگیزی کے برے نتائج بھی دیکھنے کو ملے۔جا بجا مسلمانوں پر تشدد کیا گیا۔ مختلف علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کی گئی،اور یہ الزام عائد کر دیا گیا کہ مسلمان جان بجھ کر کورونا پھیلا رہے ہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے حکومت کے گائیڈ لائنس پر دوسروں سے زیادہ عمل کیا۔غریبوں کی مدد میں بھی اچھا کردار ادا کیا۔

بابری مسجد کے اختلاف کا آغاز

بھارت میں سلطنت مغلیہ کے بانی ظہیر الدین محمد بابر کے حکم پر اس کے حاکم میر باقی اصفہانی نے 1528 میں خالی زمین پر بابری مسجد تعمیر کی۔اسی وقت سے وہاں اذان،نماز پنج گانہ،نماز جمعہ ونماز عیدین ادا کی جاتی رہی۔ساڑھے تین سو سال بعد 1855 میں بابری مسجد اختلاف شروع ہوا۔دراصل اس اختلاف کا اصل سبب ہنومان گڑھی مندر کا حادثہ تھا۔

یہ مندر بابری مسجد سے قریباً دو کیلومیٹر دوری پر واقع ہے۔اجودھیا ہی میں ایک قدیم مندر ہے جس کو رام جنم بھومی مندر کہا جاتا تھا۔ہنومان گڑھی مندر کے اختلاف کے بعد بابری مسجد کے پاس رام جنم بھومی کا تصور پیدا ہوا،اور پھر ایک نیا اختلاف شروع ہوا۔

1857 میں جنگ غدر کے موقع پر ملکی حالات کے پیش نظر علاقہ کے مسلم رہنما جناب امیر علی اور ہندو رلیڈر بابا چرن داس نے ایک معاہدہ کیا،جس کے مطابق دونوں نے مسجد اور پوجا کی جگہ کو تقسیم کر لیا،مگر انگریز کو یہ پسند نہیں آیا اور جنگ غدر کے بعد فیض آباد پر قابض ہوتے ہی انگریزوں نے ان دونوں کو ایک ساتھ املی کے پیڑ پر ٹکا کر پھانسی دیدی،

اوران دونوں کے معاہدہ کو کالعدم قرار دے دیا، تاکہ یہ اختلاف باقی رہے۔

دو سال کے بعد ہی 1859 میں برطانوی نوآبادیاتی حکومت کی جانب سے عبادت کی جگہ کو جنگلہ لگا کر تقسیم کر دیا گیا۔ اس طرح کے اختلافات کی وجہ سے 1860 میں بابری مسجد کا باضابطہ طور پر رجسٹریشن کرایا گیا۔

اسی طرح 1934 میں ایودھیا کے قریب ایک گاؤں میں گاؤ ذبیحہ کی بنیاد پر ہندو مسلم فساد ہو گیا، ہندوؤں نے مسجد کو نقصان پہنچایا، مگر انگریز حکومت نے سرکاری خزانہ سے اس کی مرمت کرا دی۔ 1946 میں وقف کمشنر کی جانب سے مسجد کو ''سنی مسجد'' قرار دیا گیا۔

رام مندر کا افسانہ اور ہنومان گڑھی مندر

بھارت کی ہسٹری میں رام نام کا کوئی راجہ یا راجہ کا پتر نہیں گزرا۔ پشیا متر شنگ ایک برہمن تھا۔ یہ موریہ سلطنت کے آخری راجہ برہ درتھ موریہ کا سپہ سالار تھا۔ اس نے موریہ راجہ کو 180: قبل مسیح میں قتل کر دیا اور موریہ سلطنت کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر کے برہمنی حکومت قائم کر لی۔ موریہ سلطنت بھارت کی مول نواسی قوم کی حکومت تھی۔

موریہ سلطنت کے سبب بھارت سے برہمنوں اور آریوں کی حکومت کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ موریہ سلطنت کے مشہور بادشاہ اشوک سمراٹ کے بودھ دھرم کو قبول کر لینے کے سبب برہمنوں کا بنایا ہوا ویدک دھرم (ہندو دھرم/ سناتن دھرم) بھی بہت محدود ہو چکا تھا۔

موریہ سلطنت کا دار السلطنت پاٹلی پتر (پٹنہ: بہار) تھا۔ جب پشیا متر شنگ نے موریہ سلطنت کے آخری راجہ کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کیا تو اس نے ساکیت یعنی موجودہ اجودھیا کو اپنا دار السلطنت بنایا۔ بے شمار بودھوں اور مول نواسی لوگوں کو قتل کیا۔ بودھ دھرم کے مذہبی مقامات کو تہس نہس کیا اور برہمنی حکومت قائم کر لیا۔ اس طرح پشیا متر شنگ برہمنوں کا ہیرو بن گیا۔ متعدد شواہد موجود ہیں کہ برہمن قوم اسی پشیا متر شنگ کو رام کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وشنو، شیو اور برہما کو چھوڑ کر رام کو بھگوان بنا کر پیش کرنے کا مطلب یہ ہے

کہ بھارت کی مول نواسی اقوام کے اندر محکومیت کا تصور اور برہمنوں کے اندر حاکمیت کا جذبہ بیدار کیا جائے۔ یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ بابری مسجد کی جگہ کبھی کوئی مندر نہیں تھا۔

جب 1855 میں مسلمانوں کے درمیان یہ بات پھیلی کہ بابری مسجد سے ایک کیلومیٹر دور ہنومان گڑھی مندر کسی مسجد کو توڑ کر بنایا گیا تو مولوی غلام حسین کے کہنے پر جولائی 1855 میں پانچ سو مسلمان جمع ہوئے اور ہنومان گڑھی مندر گئے۔ وہاں آٹھ ہزار بیراگی موجود تھے۔

ان بیراگیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ کچھ مسلمان جان بچا کر بھاگ نکلے اور بابری مسجد میں پناہ لیے۔ بیراگیوں کا ہجوم بھی ان کے تعاقب میں تھا۔ وہ لوگ بابری مسجد پہنچ کر پناہ گزیں مسلمانوں کو ہلاک کر ڈالے، پھر واپس چلے گئے۔

آخرکار یہ معاملہ لکھنو کے شیعہ نواب کے پاس پہنچا۔ اس نے تین ممبروں کی ایک ٹیم اس بات کی تحقیق کے لیے مقرر کیا کہ یہاں کبھی مسجد تھی یا نہیں؟ ان تین ارکان میں ایک مسلم، ایک ہندو اور ایک انگریز تھا۔ اس ٹیم نے بتایا کہ حالیہ پچیس تیس سال کے اندر کسی مسجد کو توڑ کر ہنومان گڑھی مندر بنانے کی خبر نہیں۔ شاید اس سے قبل بھی ایسا نہ ہوا ہو۔ اس رپورٹ کے بعد نواب نے فریقین کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کہ کسی مندر کو توڑا نہیں جائے گا، بلکہ ہم ہنومان گڑھی مندر کے قریب ایک مسجد بنوا دیتے ہیں۔ مسلمان اپنی مسجد میں عبادت کریں اور ہندو اپنے مندر میں۔ نواب کے اس فیصلہ کو سن کر ہنومان گڑھی کے بیراگیوں اور پجاریوں نے سوچا کہ یہاں مسجد بن جائے گی تو ہمیشہ جھگڑے کا خطرہ رہے گا۔

وہ لوگ نواب کے فیصلے کو بھی روک نہیں سکتے تھے، اس لیے ان لوگوں نے سوچا کہ مسلمانوں کو کسی ایسے معاملے میں الجھا دو کہ وہ ہنومان گڑھی مندر کو بھول جائیں۔

اسی مقصد سے ہنومان گڑھی مندر کے مہنت نے 1857 میں بابری مسجد کے باہر اسی کے احاطے میں ایک دیڑھ فٹ کا رام چبوترہ بنا دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ یہاں رام کا جنم ہوا تھا۔ مسلمانوں کی جانب سے مخالفت ہوئی، پھر بابری مسجد کے خطیب و امام مولوی اصغر

علی نے 30:نومبر 1858 کواس کے خلاف مجسٹریٹ کورٹ میں کیس درج کرادیا۔

پھر مولوی موصوف نے 1860,1877,1883,1884 میں اسی چبوترے کے بارے میں مجسٹریٹ کورٹ میں پٹیشن دائر کی۔

نرموہی اکھاڑا کے رگھور داس مہنت نے اسی چبوترہ کی جگہ مندر بنانے کے لئے 15:جنوری 1885 کوفیض آبادکورٹ میں پٹیشن داخل کی۔ چوں کہ وہ جگہ مسجد کے احاطے میں تھی،اس لیےکورٹ نےکسی قسم کی تعمیر کی اجازت نہیں دی۔کیس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فیض آبادکورٹ کےسب جج ہری کشن نے رگھورداس کےکیس کو24:دسمبر 1885 کوڈسمسڈ کردیا، پھر رگھورداس نے ڈسٹرکٹ جج چیمیر کے یہاں پٹیشن دائر کی، وہاں سے بھی مارچ 1856 میں یہ کیس خارج ہوگیا۔اس کے بعد رگھورداس نے کورٹ آف جوڈیشیل کمشنر میں اپیل دائر کی۔ یہ کورٹ اس زمانے میں ہائی کورٹ کے مساوی سمجھا جاتا تھا۔

اس کے جج ڈبلیو ینگ نے 01:نومبر 1886 کو یہ کیس خارج کردیااور چبوترہ کے پاس کسی تعمیر کی اجازت نہیں دی۔ جوڈیشیل مجسٹریٹ نے پہلے دونوں جج کے فیصلے کو برقرار رکھااوراپنے فیصلے میں لکھا کہ رام چبوترہ کی ملکیت سے متعلق کوئی دستاویزی ثبوت ہمارے پاس پیش نہیں کیا گیا۔انگریزی حکومت نے 1861 میں ہی رام چبوترہ اور بابری مسجد کے درمیان ایک دیوارقائم کردی تھی،تاکہ دونوں قوموں میں اختلاف نہ ہو۔

اب لوگ بابری مسجد میں الجھ گئے اور ہنومان گڑھی مندرکو بھول چکے تھے۔اس وقت بھی کسی نے یہ نہیں کہا تھا کہ بابری مسجد کے درمیانی گنبد کے بالکل بیچ میں رام کا جنم ہوا تھا۔

یہ سازش آزادی ہند کے بعد ہوئی اور 22:دسمبر 1949 کومسجد کے اندرمورتی رکھ دی گئی۔اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلم دانشوروں کی توجہ سیاسی امور سے ہٹا کر مسجد مندر کی طرف پھیردی جائے اور برہمن قوم بھارت میں آسانی کے ساتھ حکومت کرتی رہے۔

بھارت کی مول نواسی اقوام کو1909 میں مارلے منٹوا یکٹ آنے کے بعد ہی

برہمنوں نے ہندو بنا کر اپنے ساتھ کر لیا تھا۔اب مول نواسی قوموں کی طرف سے بھی مخالفت کا خطرہ نہیں تھا۔سب کو یہ معلوم تھا کہ بابری مسجد کسی مندر کو توڑ کر نہیں بنائی گئی تھی۔

اس کے باوجود مسجد توڑ دی گئی، پھر 05: اگست 2020 کو اسی جگہ مندر بنانے کے لیے سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے۔مسجد توڑ کر اسی جگہ مندر بنانے کا اصلی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کی کمزوری اور بے بسی کا احساس دلایا جائے۔

اس طرح کسی قوم کی ہمت توڑ دی جاتی ہے۔جب ہمت ٹوٹ جاتی ہے تو وہ قوم مثل غلام، بلکہ بدتر از غلام ہو جاتی ہے۔کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ کتنے مولوی نما شیاطین ایک بت کدہ کی تعمیر پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں اور مبارک بادیاں بانٹ رہے ہیں۔اپنی مسجد کی تباہی و بربادی کا کچھ افسوس نہیں۔یہ غلامی ہے یا غلامی سے بدتر کوئی کیفیت؟ اب برہمنوں کے سامنے نہ مسلمان سر اٹھانے کے لائق رہے، نہ مول نواسی اقوام۔

اب اگر بہوجن سماج (غیر آرین اقوام) سیاسی محاذ پر متحد نہ ہو، اور ہر قوم اپنا الگ سیاسی باجا بجائے تو معاملہ مزید خطرناک ہوتا جائے گا۔ہاں، یہ بات صحیح بھی ہے کہ آریائی قومیں غیروں کے اتحاد میں سخت رکاوٹ پیدا کریں گی۔مہاراشٹر اسمبلی انتخاب :2019 میں مسٹر اویسی نے پرکاش امبیڈکر کے ساتھ سیاسی اتحاد کیا تھا، پھر یہ اتحاد الیکشن سے قبل ہی ٹوٹ گیا، جب کہ اس سے پہلے کے الیکشن میں بھی دونوں پارٹیاں ساتھ تھیں۔

بابری مسجد کے ائمہ کرام

تعمیر کے بعد سے ہی بابری مسجد میں نماز پنج گانہ، نماز جمعہ اور نماز عیدین ادا کی جاتی رہی ہے۔1858 سے 1870 تک اس مسجد کے خطیب و امام مولوی محمد اصغر تھے۔

1870 سے 1900 تک مولوی عبد الرشید نے امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔1901 سے 1930 تک مولوی عبد القادر خطیب و امام رہے۔1930 سے 1949 تک مولوی عبد الغفار امام و خطیب رہے۔انہیں کے عہد امامت میں 22,23 دسمبر

1949 کی درمیانی رات کو ہندوؤں نے مورتی رکھ دی۔

ابتدائی تعمیر 935ھ مطابق 1528ء سے 1369ھ مطابق 1949ء تک یہ مسجد بغیر کسی نزاع واختلاف کے مسجد ہی کی حیثیت سے مسلمانوں کی ایک مقدس ومحترم عبادت گاہ رہی اور مسلمان امن وسکون کے ساتھ اس میں عبادت انجام دیتے رہے۔

بابری مسجد کے اخراجات

بابری مسجد کے اخراجات کے واسطے سلطنت مغلیہ کے شاہی خزانہ سے سالانہ ساٹھ روپے ملتے تھے۔نوابان اودھ کے دور میں یہ رقم بڑھا کر تین سو دو روپے تین آنہ چھ پائی کردی گئی تھی۔ برطانوی حکومت کے زمانے میں بھی یہ رقم جاری رہی، پھر نقد رقم کی بجائے دو گاؤں بھورن پور اور شولا پور متصل اجودھیا اس کے مصارف کے لیے بطور جاگیر دیئے گئے۔

تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بابری مسجد کی تعمیر سے صدیوں پہلے مسلمان اجودھیا میں آباد تھے،اور یہاں کے ہندو مسلم اتحاد واتفاق کے ساتھ رہتے سہتے تھے۔

1855 مطابق 1272ھ سے پہلے کسی مذہبی معاملہ میں اجودھیا کے مسلمانوں اور ہندوؤں میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ہنومان گڑھی مندر کے اختلاف کے پس منظر میں بھی انگریزوں کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔ انگریزوں نے بھارت میں قدم رکھتے ہی یہاں کی دونوں بڑی قوموں میں اختلاف ڈالنا شروع کردیا تھا۔اسی طرح بھارت کی برہمن قوم بھی انگریزوں سے چار قدم آگے تھی۔

''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کا نظریہ برہمنوں کا ایجاد کردہ ہے۔حکومت وسلطنت کے لیے برہمنوں نے اپنے آبائی دین سے انحراف کیا۔تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ آریہ قوم موحد تھی۔ وسط ایشیا سے جب یہ قوم بھارت آئی تو یہاں کے مذہبی رسوم اور بت پرستی اختیار کرلی۔انجام کار آریوں نے بھارت کی مول نواسی قوموں کو شودر قرار دے کر ان کو مذہب سے بھی بے دخل کردیا، پھر سال 1909 میں شودروں اور اچھوتوں کو ہندو بنالیا، تا کہ

الیکشن میں ان کو ووٹ زیادہ مل سکے اور ان کی حکومت بن سکے۔

غیر آرین کو صرف سیاسی محاذ پر ہندو بنایا گیا ہے، ورنہ آج بھی شودروں اور اچھوتوں کو مندر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ چند سال قبل اڑیسہ میں صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند کو پجاریوں نے مندر میں داخل ہونے نہیں دیا اور اسے واپس ہونا پڑا، یعنی شودر اور دلت صدر جمہوریہ ہو کر بھی پوتر نہیں ہو سکتا۔ اس کے داخل ہونے سے مندر ناپاک ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کو یہ لوگ ملیچھ سمجھتے ہیں، پھر مسلمانوں نے جس جگہ کئی صدیوں تک نمازیں پڑھی ہوں، جس زمین پر سجدے کیے ہوں، وہ زمین ان کے لیے پوتر اور پاک کیسے ہو گئی؟ وہاں وہ اپنا مرکزی مندر کیسے بنا رہے ہیں؟ یہ مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کی ایک سازش ہے۔

بابری مسجد اور بھارت کے مسلمان

بھارت میں بابری مسجد کا اختلاف ایک قدیم اختلاف ہے۔ اس اختلاف کا آغاز اسی وقت ہو چکا تھا جب بھارت میں مغلیہ سلطنت قائم تھی، لیکن اندرونی سازشوں اور انگریزوں کے ملک کے مختلف حصوں پر قابض ہونے کے سبب مغلیہ سلطنت بہت کمزور ہو گئی تھی۔

انجام کار پہلی جنگ آزادی: 1857 کے بعد سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو گیا اور بھارت میں قانونی طور پر انگریزی حکومت قائم ہو گئی۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد بھارت کے مسلمان بھی زوال پذیر ہوتے گئے۔ وقت بدلتا گیا اور بابری مسجد سے متعلق فریق دوم یعنی غیر مسلموں کے نظریات بدلتے گئے۔ حالات حاضرہ کو دیکھ کر یہی محسوس ہوتا ہے کہ بابری مسجد کو توڑ کر مسلمانوں کی کمزور حیثیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی، تاکہ قوم مسلم اکثریت کے سامنے سر اٹھانے کی ہمت وجرأت نہ کر سکے۔ دوسری وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ شاید رفتہ رفتہ بھارت کی مسلم حکومتوں کی مضبوط یادگاروں کو توڑ کر یہاں سے مسلم حکومتوں کے آثار اور نشانیوں کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔

مختلف شہروں کے نام جو مسلم بادشاہوں یا حکام وامرا کے نام پر ہیں، ان کو بھی تبدیل

کیا جا رہا ہے۔ بہت سے اسکول وکالج کے نام بھی مسلم شخصیات کے نام پر ہیں، ممکن ہے کہ کبھی ان کو بھی بدلنے کی سازش کی جائے۔ ملک کو ہندو راشٹر بنانے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ یکساں سول کوڈ کی آواز بھی مسلسل بلند ہوتی رہتی ہے۔

بھارت میں مسلمانوں کو اپنے وجود و بقا کے لیے بھی سخت محنت ومشقت کرنی ہوگی اور اپنی عظمت وتشخص کو محفوظ رکھنے کے واسطے بھی سرتوڑ کاوش وجاں فشانی کرنی ہوگی۔

اگر ہم نے غفلت شعاری کی تو اس کا انجام ہمیں بار بار دیکھنے کو مل چکا ہے۔ ملک میں اب تک کئی ہزار فرقہ وارنہ فسادات ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ہماری جائیداد اور مکان ودوکان تباہ وبرباد کی گئی۔ ہماری عزت وآبرو پامال کی گئی اور مسلمان عورتوں کی عصمت وعفت تارتار کی گئی۔ ماب لنچنگ کے ذریعہ مسلمانوں کو ہلاک کیا گیا۔

اقتصادی طور پر مسلمانوں کو مفلوج کرنے کی مسلسل سازشیں ہوتی رہی ہیں۔ ہمارا مخالف بالکل چوکنا اور بیدار ہے اور ہم کسی خوش فہمی میں مبتلا اور حالات سے غافل ہیں۔

کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ مسلم مخالف قوتیں ہمیں کبھی بابری مسجد کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں اور کبھی متھرا وکاشی کی طرف۔ ان امور میں الجھا کر ہمیں دیگر امور سے غافل کر دیا جاتا ہے، پھر فرقہ پرست قوتیں ہر میدان میں ہمارے لیے رکاوٹیں کھڑی کر دیتی ہیں جس کا ہمیں احساس تک نہیں ہوتا۔ بھارت کی آزادی کے بعد ستر سالوں تک مسلمان بابری مسجد کے کیس میں الجھے رہے۔ دوسری جانب توجہ دینے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔

خواہ ہماری عبادت گاہیں ہوں، یا مسلمانوں کی جان ومال، عزت وعصمت، معیشت وروزگار، تعلیم وتربیت ہو۔ قوم کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ ہر چہار جانب خاص توجہ دلائیں۔

بعض بیدار مغز کسی ایک جہت میں کام کریں اور بعض دیگر خیر خواہان امت دوسری جہت پر کام کریں۔ اگر کام کے قابل تمام لوگ ایک ہی ایشو پر کام کرتے رہیں تو ہمیں جس طرح آج تک خسارہ اور نقصان سہنا پڑا ہے، وہی حال مستقبل میں بھی ہوگا۔

بابری مسجد کی جگہ مندر کی تعمیر کے لیے سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے۔اس کے لیے غیروں نے سر توڑ کوششیں کیں ۔ ہماری دفاعی پوزیشن مستحکم ضرور تھی ،لیکن مخالف قوتیں جنگ وجدال پر آمادہ تھیں،نتیجہ کے طور پر وہ فیصلہ آیا جس کی امید نہیں تھی۔یہ کوئی نئی بات نہیں۔

ہر عہد میں اور ہر ملک میں کمزوروں کو انصاف پانے کے لیے بہت مشقت وجاں فشانی اور جہد مسلسل کے دور سے گزرنا ہوتا ہے۔

بابری مسجد کا فیصلہ بالکل واضح اشارہ ہے کہ ہمیں ملک میں انصاف پانے کے لیے بہت کچھ کرنا ہوگا۔اگر اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بھی آپ حکومتی شعبہ جات سے غائب رہے تو آپ ایک کمزور قوم تصور کیے جائیں گے۔حکومت کے ان تمام اہم شعبوں میں ہمیں شرکت وشمولیت کی کوشش کرنی ہوگی ،جہاں سے ملکی امور کے فیصلے ہوتے ہیں۔باہری حدود میں بیٹھ کر تماشہ دیکھتے رہیں تو وہی سب کچھ جاری رہے گا جو آج تک ہوتا آیا ہے۔

مسلمانوں کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر بہت سے ایسے قوانین خاص کر مسلمانوں کے لیے بنادیئے گئے جو خود اسلامی شریعت سے متصادم ہیں۔ان امور کا کچھ بھی تعلق بھارت کی دیگر قوموں سے نہیں تھا۔چند سال قبل طلاق ثلاثہ سے متعلق جو قانون بنایا گیا ہے،اس کی ہولناکی پر غور کریں۔حکومت کے یہاں یک بارگی تین طلاق کالعدم ہے۔

اگرچہ مذہب اسلام میں بھی اس قسم کی طلاق کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے،لیکن اگر کسی نے ایسی طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوجائے گی ،جیسے کسی بے قصور پر گولی چلانا یقیناً بہت بڑا جرم ہے۔مذہبی قانون بھی اسے جرم مانتا ہے اور دنیاوی قانون میں بھی یہ بہت بڑا جرم ہے،لیکن اگر کسی نے کسی بے قصور پر گولی چلادی تو اس کی موت ہوجائے گی۔اسی طرح تین طلاق ایک ساتھ دینا غلط طریقہ ہے،لیکن اگر کسی نے ایسی طلاق دے دی تو ہوجائے گی۔

حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے یہاں یک بارگی تین طلاق دینے سے تین طلاق ہوجاتی ہے۔سپریم کورٹ میں بھی اس کے دلائل پیش کیے گئے تھے۔پانچ

ججوں میں سے دو ججوں نے اسے تسلیم بھی کیا تھا۔ باقی تین ججوں نے اس کی مخالفت کی اور اکثریت کے اعتبار سے فیصلہ سنا دیا گیا۔ جن ججوں نے مخالفت کی تھی، ان کے اختلاف کی بنیاد مذہب اسلام کے دلائل نہیں تھے، بلکہ عقلی اور ذہنی دلائل تھے۔ کسی بھی مذہب کی بنیاد خالص عقل پر نہیں، بلکہ اس مذہب کی تعلیمات اور اس کے اصول وضوابط پر بھی غور کرنا ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو یک بارگی تین طلاق دے دی تو اسلامی قانون کے اعتبار سے وہ طلاق واقع ہوگئی۔ ملکی قانون کے اعتبار سے طلاق نہیں ہوئی، بلکہ اسے تین سال کے لیے جیل بھی جانا ہے اور اپنی بیوی کو بھی رکھنا ہے۔

ایسی صورت میں وہ آدمی کون سا طریقہ اختیار کرے۔ اگر بیوی کے ساتھ رہتا ہے تو حرام کاری ہے اور اولاد بھی غیر ثابت النسب ہوگی۔ اگر وہ اپنی بیوی کے ساتھ نہیں رہتا ہے تو کورٹ سے کیسے چھٹکارا پائے گا۔ جو لوگ اس غلط فہمی میں ہیں کہ ہم اپنی شریعت پر عمل کریں گے، وہ یہاں کس طرح اپنی شریعت پر عمل کر سکتے ہیں؟

بابری مسجد کے تعمیراتی محاسن اور تاریخی شواہد

قارئین نے بابری مسجد کا فوٹو یقیناً دیکھا ہوگا۔ یہ تین گنبد والی ایک پرشکوہ مسجد تھی۔ تاریخی روایتوں کے مطابق بھارت میں سلطنت مغلیہ کے بانی اور مورث اعلیٰ شہنشاہ ظہیر الدین بابر کے عہد میں اودھ کے حاکم میر باقی اصفہانی نے اس کی تعمیر کرائی تھی۔ تاریخی ریکارڈ کے مطابق سال 935 ہجری مطابق 1528 عیسوی میں بابری مسجد تعمیر کی گئی تھی۔

مسجد کے اندرونی حصے میں تین صفوں کی جگہ تھی اور صحن میں چار صفوں کی گنجائش تھی۔ ہر صف میں ایک سو بیس نمازی نماز پڑھ سکتے تھے۔ اس طرح سات صفوں میں ساڑھے آٹھ سو نمازیوں کی گنجائش تھی۔ بابری مسجد میں پتھر کے تین کتبات نصب تھے۔ یہ تینوں کتبے گواہ ہیں کہ یہ مسجد بابر بادشاہ کے حکم سے بنائی گئی تھی۔ چوں کہ غصب کردہ زمین پر مسجد کی تعمیر درست نہیں اور نہ ہی اس میں نماز پڑھنا صحیح ہے، اس لیے یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ

کسی مندر یا کسی بھی مذہبی عمارت کو توڑ کر بابری مسجد کی تعمیر ہوئی ہے۔

اگر یہ زمین غصب کردہ ہوتی تو علمائے کرام اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہی نہیں دیتے، حالاں کہ مسجد تعمیر ہونے کے بعد سے 1949 تک مسلسل وہاں نماز پنج گانہ کے ساتھ نماز جمعہ بھی ادا کی جاتی رہی ہے۔ یہ واضح ثبوت ہے کہ وہ زمین مسلمانوں کی ملکیت تھی۔

1528 میں صوبہ اتر پردیش کے فیض آباد ضلع میں ایودھیا کے مقام پر وہاں کے گورنر میر باقی اصفہانی کی نگرانی میں سرکاری خزانہ سے اس مسجد کی تعمیر عمل میں آئی تھی۔ پوری مسجد پتھروں اور چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی۔ اس میں ایک اندرونی حصہ تھا اور اس کے بعد مسجد کا صحن تھا۔ چھت کے ساتھ تین گنبد تھے۔ درمیانی گنبد بڑا تھا اور اس کی دونوں جانب دو چھوٹے گنبد تھے۔ گنبد چھوٹی اینٹوں سے بنا کر اس پر چونا کا پلستر کیا گیا تھا۔ مسجد کو ٹھنڈی رکھنے کے لیے چھت کو بلند بنایا گیا تھا۔ روشنی اور ہوا کے لیے جالی دار کھڑکیاں نصب تھیں۔

مسجد کے اندرونی حصہ میں ایک انتہائی خاص بات یہ تھی کہ محراب میں کھڑے شخص کی سرگوشی کو مسجد کے کسی بھی اندرونی حصے میں آسانی سے سنا جا سکتا تھا۔ بابری مسجد اسلامی فن تعمیر کا ایک شاہکار تھی۔ تعمیر مسجد کے بعد سے مسلسل اذان اور نماز ہوتی رہی، امام ومؤذن مقرر ہوتے رہے۔ وہاں پنج وقتہ نمازوں کے ساتھ نماز جمعہ اور نماز عیدین بھی ادا کی جاتی تھی۔ وہ علاقہ کی مشہور مسجد تھی، پھر ساری دنیا میں مشہور ہوگئی۔

بابری مسجد کے کتبے

مسجد کے اندرونی حصہ کے درمیانی دروازہ کے اوپر دو میٹر لمبا اور پچپن سینٹی میٹر چوڑا پتھر کا ایک کتبہ نصب تھا۔ اس کی پہلی سطر میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ ثقتی'' خوشنما نقش ونگار کے درمیان لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد نیچے کی تین سطروں میں درج ذیل آٹھ اشعار کندہ تھے:

بنام آں کہ داناست اکبر
کہ خالق جملہ عالم لامکانی

درود مصطفیٰ بعد از ستائش

کہ سرور انبیاء زبدہَ جہانی

فسانہ درجہاں بابر قلندر

کہ شد در دور گیتی کامرانی

چناں کہ مطلع کشور گرفتہ

زمیں را چوں مبارز آسمانی

درآں حضرت یکے سید معظم

کہ نامش میر باقی اصفہانی

مشیرِ سلطنت تدبیر ملکش

کہ ایں مسجد حصار مہتانی

خدایا درجہاں تابندہ ماند

کہ خیر و بخت وتخت وزندگانی

دریں عہد و دریں تاریخ میموں

کہ نہ صد پنج وسی بودہ نشانی

تمت ہذا التوحید ونعت ومدح وصفت نوراللہ برہانہ

بخط عبدالضعیف نحیف فتح اللہ محمد غوری

روایتوں میں آتا ہے کہ اس کے بعد عربی زبان میں دوسطروں میں کچھ مرقوم تھا جو پڑھنا مشکل تھا۔(بابری مسجد شہادت سے قبل: جلداول:ص174:فرید بک ڈپو دہلی)

بڑا کتبہ جو اندرونی حصہ کے درمیانی دروازہ پر نصب تھا۔اس میں منقولہ بالا آٹھ فارسی اشعار کندہ تھے۔ان اشعار کے آسان تراجم مندرجہ ذیل ہیں۔

اس نام پر کہ علم والا اور سب سے بڑا ہے۔جو سارے جہاں کا خالق اور مکان سے

پاک ہے۔حمد الٰہی کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود ہو، جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سرداراور دنیا کے خلاصہ (خلاصہ کائنات) ہیں۔

بابر قلندر کا فسانہ (فتوحات کا واقعہ) دنیا میں (مشہور) ہے، کیوں کہ وہ دنیا کے دور میں کامیاب رہے، جب انہوں نے ملک کے مطلع (اہم حصہ) کو فتح کیا تو زمین آسمان سے لڑنے لگی۔اسی دربار میں ایک عظمت والے سید ہیں۔ان کا نام میر باقی اصفہانی ہے۔

وہ سلطنت کے مشیر ہیں اوران کی ملکی تدبیر سے یہ مسجد چاند کی جگہ اچھے لوگوں کا ٹھکانہ بن گئی۔یا خدا! اس دنیا میں نیکی، بخت، تخت اور زندگی چمکتی رہے۔اسی عہد میں اور اسی مبارک تاریخ میں مسجد بنی کہ 935 سال ہجری تھا۔

منبر کے کتبات

درمیانی دروازہ کے بڑے کتبہ کے علاوہ مسجد کے اندر منبر کی دونوں جانب ایک ایک کتبہ نصب تھا۔اجودھیا میں 27: مارچ 1934 کو گاؤکشی کے نام پر ہندوؤں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔اسی موقع پر بہت سے فسادیوں نے بابری مسجد میں توڑ پھوڑ کی اور منبر کے پاس نصب شدہ دونوں کتبوں کو بھی اکھاڑ کر لے گئے۔بعد میں ''تہور خاں ٹھیکیدار'' نے منبر کی بائیں سمت والے کتبہ کی نقل تیار کرا کے اسی جگہ نصب کرا دی۔داہنی جانب کے کتبہ کی ایک نقل سید بدرالحسن فیض آبادی کے پاس محفوظ تھی۔اس درح اس کتبہ کی عبارت بھی دستیاب ہوگئی۔

منبر کی دائیں جانب کے کتبہ میں منقولہ ذیل تین اشعار مرقوم تھے:

بمنشائے بابر خدیو جہاں
بنائے کہ با کاخ گردوں عناں
بنا کرد ایں خانہ پائیدار
امیر سعادت نشاں میر خاں
بماند ہمیشہ چنیں بانیش

چناں شہر یارِ زمیں و زماں

(بابری مسجد شہادت سے قبل: جلد اول: ص 174: فرید بک ڈپو دہلی)

ترجمہ: دنیا کے بادشاہ بابر کی مرضی سے یہ تعمیر کہ جس کی عنان کاخ گردوں ہے۔

اس مستحکم خانہ خدا کی تعمیر امیر سعادت نشاں میر خاں نے کی۔

اس کے ایسے بانی (میر باقی) ہمیشہ (لمبی مدت تک) رہیں

اور ایسے زمین وزماں کے بادشاہ (ظہیر الدین بابر) بھی (لمبی مدت تک رہیں)

منبر کی بائیں سمت کے کتبہ میں درج ذیل تین اشعار مرقوم تھے:

بفرمود شاہ بابر کہ عدلش

بنائیست با کاخ گردوں ملاقی

بنا کرد ایں مہبط قدسیاں را

امیر سعادت نشاں میر باقی

بود خیر باقی و سال بنائش

عیاں شد چوں گفتم بود خیر باقی

(بابری مسجد شہادت سے قبل: جلد اول ص 174: فرید بک ڈپو دہلی)

ترجمہ: بادشاہ بابر کے فرمان پر جس کی انصاف پروری آسمان کے محل سے ملتی ہے۔ (یعنی بہت بلند ہے)

امیر سعادت نشاں میر باقی نے قدسیوں کے اترنے کی جگہ تعمیر کی۔

یہ نیکی باقی رہے۔ اس کی تعمیر کا سال ظاہر ہوا، جب میں نے کہا:

''بود خیر باقی'' (935)

کیا کسی مندر کو توڑ کر مسجد بنائی گئی تھی؟

بھارت کی تاریخ میں فاتح سندھ محمد بن قاسم (۶۹۵ء-۷۱۵ء) سے لے کر بہادر

شاہ ظفر (۱۷۷۵ء-۱۸۶۲ء) تک کوئی ایسی تاریخ نہیں ملتی کہ مسلمانوں نے کسی مندر کو توڑ کر کوئی مسجد بنائی ہو۔ جب مسلمانوں کی حکومت وسلطنت تھی اور مسلمان اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔اس وقت بھارت کی خوش حالی کا یہ عالم تھا کہ بھارت کو ''سونے کی چڑیا'' کہا جاتا تھا۔ ایسی فراوانی کے عالم میں کیا ضرورت تھی کہ کسی مندر کو توڑ کر مسجد بنائی جائے۔مسلمانوں کے پاس اتنی دولت ونعمت تھی کہ مسجد کے لیے زمین خریدنا کوئی مشکل نہیں تھا۔

جب کہ غصب کردہ زمین میں مسجد بنانے کی اجازت بھی نہیں۔ جہاں مسجد کی تعمیر ہوگی، وہ مسجد کے لیے وقف شدہ زمین ہوگی، یا کسی مسلمان کی ملکیت ہوگی۔اگر یہ کہا جائے کہ مسلم بادشاہوں نے ظلم وجبر کر کے مندر توڑ کی مسجد بنائی ہے تو یہ بھی غلط ہے۔اگر مسلم سلاطین ایسا کرتے تو بھارت میں قریباً گیارہ سو سال تک مسلمانوں کی حکومت قائم رہی۔ملک بھر میں نہ کوئی مندر باقی رہتا، نہ ہی کوئی پجاری ہوتا۔سب لوگ مسلمان ہو جاتے۔

ہاں، یہ بات ضرور تاریخوں میں ملتی ہے کہ اپنی پسند سے کسی مندر کے پجاری اور عوام سب لوگ مسلمان ہو گئے، پھر ان لوگوں نے اپنی عبادت گاہ کی جگہ مسجد تعمیر کر لی۔اس میں مسلم سلاطین کا کوئی عمل دخل نہیں۔یہ ان لوگوں کی اپنی پسند کی بات تھی۔اسی طرح کبھی بعض ہندوں نے بھی مسجد کی تعمیر کے لیے زمین کسی مسلمان کو دی، پھر اس مسلمان نے اسے مسجد کے لیے وقف کر کے مسجد بنا دی۔یہ اس کی رضامندی وخوشی کی بات تھی۔کسی نے کوئی جبر نہیں کیا تھا۔

اسی طرح تاریخوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ کسی مندر کو حکومت کے خلاف سازشوں کا اڈہ بنالیا گیا تو حکومت نے کاروائی کی ہے۔ایسے موقع پر ہر حکومت کاروائی کرتی ہے، خواہ مسلم حکومت ہو، یا غیر مسلم حکومت، یا جمہوری حکومت۔انڈیا کی جمہوری حکومت نے امرتسر پنجاب کے گولڈن ٹیمپل پر حملہ کیا ہے۔وہ لوگ ملک مخالف سازشوں میں مبتلا تھے۔

بھارت کی مسلم حکومتوں کی تاریخ دیکھی جائے تو بہت سے مسلم سلاطین نے مندر کے پجاریوں کے لیے بڑی بڑی جاگیریں عطا کی ہیں۔اس کی شاہی دستاویز آج تک

مختلف مندروں میں موجود ہیں۔ وہ جاگیریں بھی موجود ہیں۔ ایسی صورت میں یہ دعویٰ کرنا کہ مسلم سلاطین نے مندروں کو توڑ پھوڑ کیا، یا کسی مندر کی جگہ مسجد بنالی، بالکل ہی بے بنیاد دعویٰ ہے۔ ہاں، جس کے پاس طاقت وقوت ہے، وہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا دیتا ہے، پس اللہ ہی سے فریاد ہے۔ وہی ہمارا آخری سہارا ہے۔

آؤ! اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا عہد کریں

خدائی قانون ہے کہ جب کوئی قوم بے عملی کی راہ اختیار کرتی ہے تو مختلف قسم کے عذاب میں اسے مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ جب مسلمانوں نے اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طاعت وفرماں برداری سے منہ موڑا تو دوسروں کو ان پر مسلط کر دیا گیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب بندہ طاعت خداوندی میں اپنی زندگی گزارتا ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے نعمتیں اور برکتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔ جب بندہ نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کو طرح طرح کی مصیبتوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آج جہاں مسلمانوں کی مذہب بیزاری کسی سے پوشیدہ نہیں، اسی طرح مسلمانوں پر آنے والی نوع بہ نوع آفتوں کا مشاہدہ بھی روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ آج بھی اگر ہم طاعت وفرماں برداری اور قرآن وحدیث اور شریعت اسلامیہ کی پابندی کرنے لگیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ عزوجل اس کی برکتوں کا ظہور ہوگا۔ طاعت خداوندی کی برکتوں کا ظہور دنیا میں بھی ہوتا ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
ہم ہوئے خوار تارک قرآں ہوکر

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ مسلم قوم پر دوہرا فریضہ عائد کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو خود بھی خداوند قدوس کی بتائی ہوئی راہ پر چلنا ہے، ساتھ ہی ساتھ دوسروں کو بھی قرآن وحدیث اور شریعت اسلامیہ پر عمل کی ترغیب دینا ہے۔ قرآن مجید میں امت مسلمہ کو ''خیر امت'' کا لقب عطا فرمایا گیا اور خیر امت کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ یہ امت لوگوں کو نیک

باتوں کا حکم دے گی اور بری باتوں سے روکے گی۔اب تو مسلمانوں کا حال یہ ہو چکا ہے کہ ہم خود نیک باتوں پر عمل پیرا نہیں ہیں تو دوسروں کو نیکی کا حکم کیا دیں گے۔جو خود برائیوں میں مبتلا ہو، وہ دوسروں کو برائیوں سے کیسے روک سکتا ہے۔اس پر سخت توجہ کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:(کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ)(سورہ آل عمران: آیت110)

ترجمہ:تم بہتر ہوان سب امتوں میں جولوگوں میں ظاہر ہوئیں۔بھلائی کا حکم دیتے ہو،اور برائی سے منع کرتے ہو،اوراللہ پر ایمان رکھتے ہو۔(کنزالایمان)

احادیث نبویہ میں ہے کہ جب کوئی قوم برائیوں کو دیکھتی ہے اور اس سے منع نہیں کرتی ہے تو بدکار لوگ بھی عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں اور نیکوکاروں پر بھی عذاب آتا ہے۔

(1)حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس قوم میں گناہ ہوتے ہوں اور وہ لوگ اس کو بدلنے پر قادر ہوں، پھر نہ بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب پر عذاب بھیجے۔(سنن ابوداؤد)

(2)حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چند مخصوص لوگوں کے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو عذاب نہیں فرمائے گا،مگر جب کہ وہاں بری بات کی جائے اور وہ لوگ منع کرنے پر قادر ہوں اور منع نہ کریں تو اب عام وخاص سب کو عذاب ہوگا۔(شرح السنہ)

منقولہ بالا احادیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ جب اچھے لوگ بروں کو ان کی برائیوں سے نہ روکیں تو عذاب آنے پر نیک لوگ بھی اس عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

آج ہماری آنکھوں کے سامنے برائیاں ہوتی ہیں اور جن کو منع کرنے کی قدرت اور روک دینے کی طاقت ہوتی ہے، وہ بھی خاموش رہتے ہیں۔ہاں،جن لوگوں کو منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو ایسے لوگ ضرور معذور ہیں۔والدین اپنے بچوں کو بہت سے غلط کاموں میں مبتلا ہوتے دیکھتے ہیں،لیکن انہیں منع نہیں کرتے ،حالاں کہ بچے ماتحت ہوتے ہیں اور

والدین کریمین ان کے سرپرست ہوتے ہیں۔ اگر آپ اپنے بچوں کو غلط کاموں سے نہیں روکیں گے تو دوسرا کیسے روکنے کی ہمت کر سکے گا۔ حدیث نبوی میں ہے کہ ہر سرپرست سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ اپنے بچوں کو اچھی تربیت دینا یقیناً ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔ اگر اولاد کی تربیت میں کچھ کمی ہے تو اس کے ذمہ دار والدین ہیں۔

دین پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ دین و مذہب کے احکام سے بھی ہمیں آشنائی ہو۔ آج کل مسلمان اپنے بچوں کو دنیا کی اعلیٰ تعلیم دلاتے ہیں۔ اس تعلیم پر لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، لیکن اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلانے کی فکر نہیں کرتے۔ اگر ہماری اولاد دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم و تربیت سے بھی آراستہ ہوگی تو قوی امید ہے کہ ہماری موت کے بعد بھی ہمارے لیے دعائے خیر، صدقہ وخیرات اور ایصال ثواب کرتی رہے گی۔

جب ہمارے بچے خالص دنیا دار ہوں گے تو نہ ان کو دین کے احکام معلوم ہوں گے، نہ ہی وہ ہمارے چلنے جانے کے بعد ہمارے لیے کوئی نیک کام کر سکے گی۔ جب کہ ہمیں دنیا سے چلے جانے کے بعد دعائے خیر اور ایصال ثواب کی سخت ضرورت ہوگی۔ ہمارے اعمال کتنے اچھے ہیں، اس سے نہ ہم ناواقف ہیں، اور نہ آپ نہ نا آشنا ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو نیک راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائے: آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم

بابری مسجد اور ہاشم انصاری

اجودھیا کے جناب ہاشم انصاری مرحوم بھارت کی ان نمایاں شخصیتوں میں سے ایک تھے کہ جنہیں بھارت کی تاریخ انتہائی فخر سے اقوام عالم کے سامنے پیش کرتی ہے۔

ہاشم انصاری 1949 سے بابری مسجد کا مقدمہ لڑ رہے تھے، یعنی کل 67: سال تک انہوں نے بابری مسجد کا کیس لڑا۔ 1954 میں ہاشم انصاری نے بابری مسجد میں نماز کا اعلان

کیا اور انہیں فیض آباد کورٹ کے فیصلے پر دو سال کے لیے جیل جانا پڑا۔

اجودھیا ہی میں 1921 میں ان کی پیدائش ہوئی اور چھیانوے سال کی عمر میں بابری مسجد کا مقدمہ لڑتے ہوئے 20: جولائی 2016 کو دار بقا کی جانب کوچ کر گیے۔

بنا کردند خوشا رسمے بخاک وخون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ہاشم انصاری کی وفات پر بھارت کے دانشوران اور سیاسی وسماجی قائدین نے افسوس کا اظہار کیا۔ مختلف مقامات پر تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے۔ الحاج سعید نوری صدر رضا اکیڈمی ممبئ کے تعاون سے ہاشم انصاری کی قبر پختہ بنائی جا رہی ہے۔ تاریخ نے عقیدت ومحبت کے ساتھ اپنے دامن میں ہاشم انصاری کو محفوظ کر لیا ہے۔ لاکھوں میں چند ایک ایسے مخلص ہوتے ہیں۔ اچھوں کی داستان پڑھ کر ہمیں بھی اچھا بننے کی کوشش کرنی چاہیے، ورنہ ذہن ودماغ میں محض تواریخ وواقعات کا جمع کر لینا بے فائدہ ہے۔ علم بلا عمل ایک شئ عبث ہی ہے۔ عہد حاضر میں عمل کا مادہ مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ یہ ایک افسوسناک صورت حال ہے۔

سلطنت مغلیہ کے عظیم تاجدار ظہیر الدین بابر بادشاہ ہند کے حکم سے اس کے وزیر میر محمد باقی نے 1528 میں اجودھیا میں بابری مسجد کی تعمیر کرائی۔ قریباً سوا چار سو ل تک یعنی 1528 سے 1949 تک یہ مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔

21: دسمبر 1949 کو عشا کی نماز مولانا عبد الغفور نے پڑھائی۔ اسی رات کو ایک مستحکم سازش کے تحت مسجد میں مورتیاں رکھ دی گئیں۔ 22: دسمبر 1949 سے ہندؤں ومسلمانوں میں فساد ہونے لگا۔ جس کی وجہ سے حکومت نے اس مسجد کو مقفل کر دیا۔

اجودھیا کے باشندہ ہاشم انصاری نے فیض آباد کورٹ میں کیس دائر کر دیا۔ ایک طویل مدت تک وہاں کیس چلتا رہا۔ پھر 03: فروری 1986 کو ایڈوکیٹ مشتاق احمد صدیقی نے ضلع جج فیض آباد سے مقدمہ کی کاپیاں لے کر ہاشم انصاری کے ساتھ ہائی کورٹ

میں اپیل کر دی۔ ابھی کیس جاری ہی تھا کہ انتہا پسند ہندوؤں نے 06: دسمبر 1992 کو بابری مسجد کو شہید کر دیا۔ بابری مسجد کو منہدم کرنے کے جرم میں بہت سے لوگوں پر مقدمہ درج ہوا۔ بابری مسجد کی ملکیت کا مقدمہ سپریم کورٹ میں زیر سماعت تھا۔ سپریم کورٹ نے رام مندر کے حق میں فیصلہ دیا اور مسلمانوں کو مسجد سے بے دخل کر دیا۔

1885 میں بھی بابری مسجد کے بارے میں بعض ہندوؤں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہاں رام چندر جی نے جنم لیا تھا، لہٰذا یہاں مندر تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے۔ فیض آباد کورٹ میں مقدمہ دائر ہوا۔ یہ دعویٰ اتنا بے بنیاد تھا کہ جج جو خود بھی ہندو تھا، اس نے پانچ دن کی سماعت کے بعد یہ کیس خارج کر دیا۔ اس کے بعد متعصب تاریخ نویسوں نے تاریخ گڑھنی شروع کی اور بہت سے لوگ ان کی فریب کاریوں میں مبتلا ہو گئے۔

پھر بھارت میں وہ یوم سیاہ بھی آیا کہ بابری مسجد شہید کر دی گئی۔ آج تک بابری مسجد کی تاریخ شہادت کو بھارت میں یوم سیاہ یعنی ''کالا دن'' سمجھا جاتا ہے اور اس دن بابری مسجد کی یاد منائی جاتی ہے۔ خاص کر ممبئی میں رضا اکیڈمی اس کا اہتمام کرتی ہے۔

06: دسمبر 1992 کو بابری مسجد شہید کر دی گئی۔ اس کے بعد سارے ہند میں ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑا۔ تاریخی کذب بیانیوں کے سبب اہل وطن حقائق کو سمجھنے سے قاصر رہے اور تاریخ ہند کی چمکدار پیشانی پر ایک ایسا بدنما داغ لگا کہ اس کی سیاہی قیامت تک دھلی نہ جا سکے گی۔ شر پسند عناصر ہر قوم اور ہر طبقہ میں موجود ہوا کرتے ہیں، لیکن ارباب شعور پر لازم ہے کہ ان کی بالادستی قائم نہ ہونے دیں۔ الیکشن کے مواقع پر بھی ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

بابری مسجد کے منہدم کرنے والے کارسیوکوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا فرمایا۔ بعض لوگ طرح طرح کی مصیبتوں میں پھنس کر ہلاک ہو گئے اور بعض لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ قبول اسلام کے بعد ان لوگوں کے اعترافی بیانات بھی متعدد اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے۔ اگر بابری مسجد کی جگہ دوبارہ بابری مسجد کو اس کی جگہ پر تعمیر کر دی

جاتی تو وہ مسجد اہل ہند کی قومی یکجہتی اور انصاف پرستی کی علامت بن جاتی اور ظلم کرنے والوں کے حوصلے ہمیشہ کے لیے پست ہو جاتے ،مگر: ع/ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ

رام مندر بن چکا: رام بھگت بنانا باقی

(1) آج رام مندر کا افتتاح ہے۔اس کے بعد بھارتی مسلمانوں کو رام بھگت بنا کر کفر وارتداد کی طرف دھکیلنے کی سرتوڑ کوشش ہوگی، بلکہ ایک طویل مدت سے خفیہ طور پر یہ کوشش جاری ہے۔اب اعلانیہ طور پر مسلمانوں کو رام بھگتی کی ترغیب دی جائے گی۔ہندو لیڈروں کو معلوم ہے کہ رام بھگتی کے سبب مسلمانوں کا ایمان خراب ہوگا اور دنیا کی ہر قوم خصوصا یہود وہنود ہمیشہ مسلمانوں کے ایمان کو غارت کرنے کی سازش میں مبتلا رہے ہیں۔

(2)علمائے اسلام ان تمام سازشوں کو ناکام بنانے کی کوشش کریں جن سے رام بھگتی کو فروغ ملے۔اگر خدانخواستہ لوک سبھا الیکشن: 2024 میں بھاجپا جیت جاتی ہے تو مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کو کمزور کرنے اور انہیں کفر وارتداد میں مبتلا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔اہل دنیا کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کا ایمان کمزور کر دیا جائے تو یہ لوگ ہمارے غلام بنیں رہیں گے۔ڈاکٹر اقبال نے اسی مفہوم کو اپنے درج ذیل شعر میں بیان کیا ہے۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمدی اس کے بدن سے نکال دو

(3) کفار ومشرکین کی سازشوں کو کامیاب بنانے کے لیے بہت سے اصحاب جبہ ودستار بھی منظر عام پر آتے ہیں۔سلطان صلاح الدین ایوبی کی جنگی تاریخ میں ایسے بہت سے فریب باز ملاؤں کا تذکرہ ملتا ہے۔ایسے بدکردار اور خوش گفتار ایمان کے لٹیروں سے بچتے رہیں۔ان ایمان کے ڈاکوؤں میں سے کچھ لوگ غیروں کے آلہ کار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ اپنی کج فکری کے سبب مسلمانوں کا دین وایمان تباہ وبرباد کر دیتے ہیں،لہٰذا ہر قسم کے گمرہوں

اور گمراہ گروں سے دور بھاگیں۔(جاری کردہ:22: جنوری 2024= بروز: دوشنبہ)

معبودانِ کفار کو برا بھلا نہ کہیں

(1) اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے کہ مومنین کفار ومشرکین کے معبودانِ باطل کو سب وشتم نہ کریں، ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کریں گے۔ارشادالٰہی ہے:

(وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ)

(سورہ انعام: آیت 108)

ترجمہ: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے، زیادتی اور جہالت سے۔(کنزالایمان)

(2) معبودانِ کفار کو برا بھی نہیں کہنا ہے اور معبودانِ کفار کی تعظیم وتکریم بھی نہیں کرنی ہے، بلکہ لاتعلق رہنا ہے۔معبودان کفار میں حیثیات کا اعتبار نہیں کہ بادشاہ ہونے کی حیثیت سے تعظیم حرام ہے اور معبود ہونے کی حیثیت سے تعظیم کفر ہے۔اس حیثیت کا اعتبار کفار میں ہے اور معبودانِ کفار کی تعظیم وتکریم کسی بھی حیثیت سے کی جائے، وہ کفر ہی ہے۔

معبودان کفار سے متعلق تفصیلی مباحث ہمارے رسائل (1) معبودانِ کفار اور شرعی احکام (2) رام بھگتی اور متصوفین وہابیہ (3) ہندودھرم اور پیغمبر واوتار میں ہیں۔

(3) مسلمانان ہند معبودانِ کفار سے ہمیشہ لاتعلق رہے ہیں، یعنی معبودانِ کفار کی نہ مذمت وبرائی کرتے ہیں اور نہ مدحت وتوصیف کرتے ہیں۔برادران اہل سنت اسی روش پر قائم رہیں۔کسی کے عمل کو دلیل نہ بنایا جائے۔امت مسلمہ اپنا ایمان تباہ وبرباد نہ کرے۔

(جاری کردہ:02: فروری 2024)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

ارباب حکومت واصحاب سیاست کی کارستانیاں

دنیا کی تاریخ کے مطالعہ سے یہی ظاہر وواضح ہوتا ہے کہ ہر عہد اور ہر ملک میں حکومت وبادشاہت کے طلب گاروں نے دنیا کے امن وسکون کو نیست ونابود کیا ہے۔بے شمار لوگوں کا قتل کیا اور بے شمار آبادیوں کو کھنڈروں میں تبدیل کردیا، تاکہ ان کی حکمرانی قائم رہے۔

حکومت وسلطنت کے تاجداران ووابستگان میں اچھے لوگوں کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے اور بدکرداروں کا مجمع ہر طرف نظر آتا ہے۔اگرچہ ایسے لوگ خود کو بہت اچھا بتاتے ہیں،لیکن ان کے درمیان اچھوں کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے۔عہد ماضی میں بھی بڑے بڑے خون خوار ظالم درندے انسانوں کے حکمراں ہوئے ہیں۔چنگیز وہلاکو کے ظلم وستم اور ان تاتاریوں کی درندگی سے ساری دنیا واقف وآشنا ہے۔ان لوگوں کی طرح بہت سے لوگ ہیں جن کا ذکر تاریخوں میں آتا ہے اور بہت سے وہ ہوں گے جن کا تذکرہ تاریخوں میں نہیں ملتا ہے۔

فرعون،نمرود،ہامان،بخت نصر ودیگر اچھے لوگ نہیں تھے،پھر جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم میں بے شمار انسانوں کو ہلاک کرنے والے مغربی لیڈران انسانوں کی قدر وقیمت سے ناواقف وناآشنا تھے۔آج بھی فلسطین میں عام شہریوں کی نسل کشی کی جارہی ہے۔

بی جے پی کو مرکزی حکومت پر قبضہ دلانے میں رام مندر ایشو کا بڑا اہم کردار ہے۔لال کرشن اڈوانی اور اس کے ہم نوا مسلسل زہر افشانی کرتے رہے،یہاں تک کہ بھارت کے ہندو بھاجپا کی طرف مائل ہوگئے۔بابری مسجد کی شہادت کے جرم میں کانگریس بھی شریک ہے۔ گانگریسی عہد میں مسجد میں تالا لگایا گیا اور انہدام کے وقت مرکز میں کانگریس کی حکومت تھی۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

مؤلف کے کلامی وفقہی رسائل وکتب

(1)البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ(بارہ رسائل)

(2)مسئلہ تکفیرکس کے لیے تحقیقی ہے؟(خلیل بجنوری کے نظریات کارد)

(3)ضروریات دین:تعریفات واقسام(ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4)فرقہ وہابیہ:اقسام واحکام(مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کابیان)

(5)تحقیقات وتنقیدات(لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6)اسماعیل دہلوی اوراکابر دیوبند(اسماعیل دہلوی اوراکابر دیوبند کا شرعی حکم)

(7)معبودان کفاراور شرعی احکام(معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام:تین حصے)

(8)مناظراتی مباحث اورعقائد ونظریات(اہل قبلہ کی تکفیر پرتبصرہ)

(9)تاویلات اقوال کلامیہ(کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10)معروضات وتأثرات(رسالہ:''اہل قبلہ کی تکفیر''پرمعروضات:شش حصص)

(11)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتر اول)

(12)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتر دوم)

(13)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتر سوم)

(14)روشن مستقبل کے سنہرے خاکے(دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)

(15)تصاویر حیوانات:اقسام واحکام(کس تصویر کی حرمت پر اجماع ہے؟)

(16)عرفانی نظریات کے حساس مقامات(عرفان مذہب ومسلک پرتبصرہ)

(17)ہندودھرم اورپیغمبر واوتار(مکتوب مرزا مظہر جان جاناں دہلوی کی توضیح وتشریح)

(18)ظلم وستم اورحفاظتی تدابیر(بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)

(19)تکفیر دہلوی اورعلمائے اہل سنت وجماعت(دہلوی کی تکفیر فقہی کابیان)

(20)حوالہ دکھاؤ!ایک لاکھ انعام پاؤ!(تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کاازالہ)

(41) فقیہ اور اہل نظر فقیہ (فقیہ واہل نظر فقیہ کے اوصاف اور فقہی اختلاف کا حکم)

(42) فتاویٰ رضویہ اور فقہی اختلاف (فتاویٰ رضویہ سے ہر فقیہ کو اختلاف کرنا صحیح نہیں)

(43) اتحاد اہل سنت اور احکام شریعت (اعتقادی مسائل کے حل کی ترغیب)

(44) مسئلہ تکفیر اور تحقیق یا تصدیق (صحیح تکفیر کلامی کی تصدیق کے شرائط کا بیان)

(45) الموت الاحمر اور الزامی جوابات (الموت الاحمر کی متعدد عبارتوں کی تشریح)

(46) لغزش وخطا اور ضد واصرار (بعد فہم کے جدید نظریہ پر معروضات وتاثرات)

(47) دیوبند وسراواں اور عناصر اربعہ (فرقہ سراویہ کی تلبیسات کا رد وابطال)

(48) اجماع متصل اور ضروریات دین (اجماع متصل اور اجماع مجرد کا بیان)

(49) ضروریات دین کا تعارف (ضروریات دین کی سات تعبیرات وتعریفات)

(50) حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت (ختم نبوت سے متعلق حکیم ترمذی کی عبارت پر تبصرہ)

(51) کفر لزومی اور فقہا ومتکلمین (کفر لزومی اور اصحاب تاویل کے احکام کا بیان)

(52) رام بھکتی اور متصوفین ووہابیہ (معبودان ہنود سے متعلق اسلامی احکام کا بیان)

(53) مذہبی شعار اور قومی شعار (کفار اصلی وبد مذہبوں کے مذہبی وقومی شعار کا بیان)

(54) کفار ومرتدین اور جمہوری ممالک (جمہوری ملکوں میں کفار ومرتدین کے احکام)

(55) برصغیر میں نیم رافضیت کا فروغ (عصر حاضر میں نیم رافضیت کا فروغ)

(56) کافر کلامی اور کافر فقہی (کافر کلامی کو کافر فقہی اور گمراہ کہنے کا شرعی حکم)

(57) قطعی مسائل میں ایک حق (قطعیات میں ایک قول کے حق ہونے کا بیان)

(58) نصیر الدین ومذبذبین (نصیر طوسی کی تاویل اور مذبذبین کی تحریف کا بیان)

(59) توبہ کی شہرت کاذبہ (شرعی احکام میں جھوٹی توبہ کا اعتبار نہیں)

(60) تکفیر دہلوی اور الزامی جواب (شہرت توبہ کے ذریعہ الزامی جواب کی بحث)

(61) عقائد اسلامیہ اور تصدیق وتحقیق (بلا استدلال ایمان کے صحیح ہونے کا بیان)

(62) قرآن وحدیث اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: قرآن وحدیث کا بیان)

(63) عقل سلیم اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: عقل سلیم کا بیان)

(64) علم عقائد اور فن کلام: تعلیم اور ضرورت (علم عقائد وکلام کی ضرورت کا بیان)

(65) تخصص فی العقائد: نصاب ونظام (تخصص فی العقائد وعلم کلام کورس کی تفصیل)

(66) تاویل قریب اور تاویل بعید (تاویل قریب، تاویل بعید وتاویل متعذر کا بیان)

(67) ضروریات اہل سنت اور اجماعی عقائد (اجماعی عقائد کا بیان)

(68) تقلید حقیقی اور تقلید عرفی (ائمہ مجتہدین کی تقلید عرفی کا بیان اور غیر مقلدین کا رد)

(69) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (بیس رکعت تراویح کے دلائل)

(70) عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کے نظریات کا رد وابطال)

(71) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموات (ایصال ثواب کے جواز کی بحث)

(72) شب میلاد کی افضلیت (شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)

(73) امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر (غیر مقلدوں کے چند فقہی مسائل کا رد)

(74) قانون شریعت شافعی (فقہ شافعی کے روزہ، نماز، حج وزکات کے مسائل)

(75) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (اہل سنت کی حقانیت کی علامات)

(76) احادیث وآثار اور مجتہدین اسلام (اذا صح الحدیث فہو مذہبی کی تشریح)

(77) سلفیوں کے اسلاف وائمہ (غیر مقلدین کے مذہبی پیشواؤں کا تذکرہ)

(78) کشف والہام اور تقلید مجتہدین (کشف والہام کے شرعی دلیل نہ ہونے کا بیان)

(79) گمراہ سے نکاح جائز نہیں (گمراہ سے نکاح کے ناجائز ہونے کا بیان)

(80) تعلیم دین اور اطفال مسلمین (دینی تعلیم کی ترغیب اور شرعی احکام کا بیان)

(81) مذاہب اربعہ اور مرجوح اقوال (مرجوح قول پر عمل نہ کرنے کے حکم کا بیان)

(82) ولایت واجتہاد: وہبی یا کسبی؟ (درجہ اجتہاد کے مثل وہبی ہونے کا بیان)

(83) تلخیص رسائل رضویہ (اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے تین رسائل کی تلخیص)

(84) القول السدید فی الاجتہاد والتقلید (اجتہاد وتقلید سے متعلق تفصیلی مباحث)

(85) قیاس واجتہاد اور مجتہدین اسلام (قیاس واجتہاد کے شرائط ولوازم کا بیان)

(86) اجماعی مسائل اور مجتہدین اسلام (اجماعی مسائل سے اختلاف ناجائز ہونے کا ذکر)

(87) دفع الاعتراضات حول المزارات (مزارات سے متعلق وہابیوں کے نظریہ کا ابطال)

(88) الطاری الداری اور علامہ عبدالباری (شبہ کے سبب تکفیر کلامی سے انکار کی بحث)

(89) الملفوظ پر اعتراضات کا محاسبہ (الملفوظ پر دیابنہ کے سوالوں کے جواب)

(90) سلفیوں کا اجتہاد باطل (غیر مقلدین کے عجیب وغریب فقہی مسائل)

(91) احادیث ضعیفہ اور احکام فقہیہ (ضعیف حدیثوں سے فقہی احکام کے ثبوت کا بیان)

(92) اسباب اختلاف مجتہدین (مجتہدین اسلام کے فقہی اختلافات کے اسباب وعلل)

(93) الفیوضات الصمدیۃ فی القواعد الفقہیہ (الاشباہ والنظائر کے قواعد کی تسہیل وتلخیص)

(94) تخصص فی القواعد: ابتدائی اسباق (شعبہ تخصص فی العقائد کے ابتدائی اسباق)

(95) اعتقادی مسائل اور تقلید مجتہدین (اعتقادی مسائل میں امام مجتہد کی تقلید واجب نہیں)

(96) عہد حاضر کے بدمذہب فرقے (عہد حاضر چند بدمذہب فرقوں کا بیان)

(97) ہندی فتاویٰ پر تصدیقات حرمین (اسماعیل دہلوی اور عناصر اربعہ کے کفریات)

(98) اشعریہ وماتریدیہ (اہل سنت وجماعت کے دونوں طبقات کا تعارف)

(99) کفر کلامی: اقسام واحکام (کفر کلامی کے اقسام واحکام کا تفصیلی بیان)

(100) تحذیر الناس اور تجویز عقلی (تعلیق بالمحال اور تجویز عقلی کا بیان)

(101) ختم نبوت اور نبی جدید (آخری نبی کے نبی جدید کی آمد محال بالذات)

(102) کفایۃ الطالب فی حکم ابی طالب (ابوطالب کے کفر کے اجماعی ہونے کا بیان)

(103) ایضاح المطالب فی نجاۃ ابی طالب (ابوطالب کی ناقص نجات کا بیان)

(104) منصور حلاج اور حکم شرعی (حضرت حسین بن منصور حلاج کے عدم کفر کا بیان)

(105) صحو وسکر اور حلول واتحاد (حالت صحو وحالت سکر اور حلول واتحاد کا بیان)

(106) اصطلاحات صوفیا اور شطحیات اولیا (اولیا کی اصطلاحات وشطحیات کا بیان)

(107) اسلاف کرام اور منسوب کلام (اسلاف کرام کی طرف منسوب کلام کا حکم)

(108) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)

(109) علامہ جرجانی اور دعائے مغفرت (علامہ جرجانی کے سنی وشافعی ہونے کا بیان)

(110) ابن عربی اور حکم شرعی (شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے عدم کفر کا بیان)

متفرق کتب ورسائل

(1) آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)

(2) دیوان لوح وقلم (دفتر اول) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(3) دیوان لوح وقلم (دفتر دوم) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(4) مدارس اسلامیہ: نصاب ونظام (مدارس کے نصاب ونظام پر تبصرہ وتجزیہ)

(5) تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)

(6) قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)

(7) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)

(8) تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)

(9) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)

(10) کیرلا کے مذہبی حالات (مسئلہ تکفیر اشخاص اربعہ اور اہل کیرلا)

(11) تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)

(12) تجدید دین ومجددین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجددین کی فہرست)

(13) عشق نبوی کے آداب ووسائل (عشق نبوی کے آداب واسباب کا بیان)
(14) سراج ملت: حیات وخدمات (حضرت سید سراج اظہر نوری کے حالات)
(15) تاریخ کیرلا (بھارت کی ریاست کیرلا کی مختصر اسلامی وسیاسی تاریخ)
(16) وہابیوں کی سیاسی بازی گری (وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)
(17) امام اعظم اور علم حدیث (علم حدیث میں امام اعظم کی مہارت کا بیان)
(18) ملک العلما اور صحیح البہاری (صحیح البہاری کا تعارف اور ضرورت)
(19) رفاعی کبیر: فضائل ومناقب (حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے فضائل ومناقب)
(20) فقیہ زین الدین مخدوم شافعی (کیرلا کے مخدومی خاندان کے احوال وخدمات)
(21) شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ (حضرت شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ کے احوال)
(22) اسلامی کلمے اور مسنون دعائیں (اسلامی کلمے، دعائیں اور نمازوں کی نیتیں)
(23) جسم اقدس کا انتقال مکانی (روضہ مقدسہ سے جسم نبوی کو منتقل کرنے کی سازش)
(24) مفتی اعظم ہند: حیات وخدمات (حضور مفتی اعظم ہند کے مختصر حالات)
(25) تذکرہ فاتح بہار (سید ابراہیم ملک بیا غازی کے احوال وفضائل)
(26) سید ابوالہاشم: حیات وخدمات (قاری سید ابوالہاشم نالندوی کے احوال)
(27) امام اعظم: فضائل ومناقب (امام اعظم کے حالات وکمالات ومحامد ومحاسن کا بیان)
(28) امام مالک: فضائل ومناقب (امام مالک کے کمالات وفضائل کا بیان)
(29) امام شافعی: فضائل ومناقب (امام شافعی کے کمالات ومحاسن کا بیان)
(30) امام احمد بن حنبل: فضائل ومناقب (امام احمد کے حالات وکمالات کا بیان)
(31) سیدہ نفیسہ مصریہ: فضائل ومناقب (سیدہ نفیسہ مصریہ کے احوال وفضائل کا بیان)
(32) احادیث اعمال واخلاق (اعمال صالحہ واخلاق حسنہ سے متعلق احادیث کا مجموعہ)
(33) کرامات اعلیٰ حضرت (امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی چند کرامتوں کا بیان)

(34) تحفظ ناموس رسالت (تحفظ ناموس رسالت کے واقعات و حکایات)

(35) قیامت کی نشانیاں (قیامت کبریٰ کی چند اہم نشانیوں اور علامتوں کا بیان)

(36) ظہور مہدی کی نشانیاں (حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشانیاں)

(37) نور نبوی: جنس یا فصل (نور نبوی کے مادۂ تولید نبوی ہونے کا بیان)

(38) تقریظات و تأثرات (کتب و رسائل پر تقریظات و تأثرات کا مجموعہ)

(39) انقلابی مضامین (عشق نبوی و دیگر موضوعات پر متفرق مضامین کا مجموعہ)

(40) جنگ فلسطین و اسرائیل (اکتوبر ۲۰۲۳ء سے فروری ۲۰۲۵ء تک کے مضامین)

(41) مدارس اور فارغین مدارس (مدارس و فارغین مدارس سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(42) تشجیعات و تبریکات (حوصلہ افزائی و مبارک بادی کے مضامین کا مجموعہ)

(43) اسلامی مضامین (فضائل نبویہ و اخلاق حسنہ سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(44) آؤ! مل کر کام کریں (اتحاد اہل سنت و جماعت سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(45) بابری مسجد اور بھارتی سیاست (بابری مسجد سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)